مکمل ومدلل
مسائل امامت
مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند
مکتبہ رضی دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی

مکمل و مُدلّل

مسائلِ امامت

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

حضراتِ مفتیانِ کرام دار العلوم دیوبند کی تصدیق و تائید
کے ساتھ

مؤلّف

مولانا قاری محمدّ رفعت صاحب قاسمی مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ رضی دیوبند

یوپی۔(انڈیا)
۲۴۷۵۵۴

منصور دیوبند

مسائلِ امامت

سن اشاعت ـــــ سنہ ۱۴۰۹ھ بسنہ ۱۹۸۸ء
چھٹا ایڈیشن ـــــ دسمبر سنہ ۱۹۹۳ء
قیمت ـــــ 55

ایم، ایس پرنٹرس، لال دروازہ، لال کنواں، دہلی۔

فہرست مضامین مسائل امامت

بندہ اپنی اس بے مایہ خدمت کو

امامِ ربّانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی رح

بانیِ دارالعلوم دیوبند

کے نام منسوب کرتا ہے

جن کے فیضانِ علومِ دینیہ سے ایک عالم فیضیاب ہورہا ہے اور
انشاء اللہ تا قیامت ہوتا رہے گا

محمد رفعت قاسمی

دعائے مستجاب

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم
مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً

بندہ ناکارہ بھی دعار کرتا ہے حق تعالیٰ
مؤلف سلمہ کی خدمت و محنت کو قبول فرمائے اور
ناظرین کو نفع بخشے۔ آمین

احقر محمود غفرلہٗ
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۰۸ھ یوم جمعہ

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی مدظلہ
مفتی دار العلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ

الحمد لولیہ والصلوۃ علی اہلہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

وبعد رسالہ پیش نظر مؤلفہ مولانا قاری رفعت صاحب سلمہ موصوف کے دیگر رسائل کیطرح یہ بھی نہایت مستند حوالوں کے ساتھ تیار ہوا ہے اور امامت کیلئے اکثر ضروری مسائل پر مشتمل ہے۔

رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مسئلہ بغیر مستند حوالہ کے نہیں نہیں دیا گیا ہے۔ حوالہ میں لینے میں بہت احتیاط کی گئی ہے معتمد کتابوں سے بعینہ عبارتیں لی گئیں ہیں بس اس سے اس رسالہ کی نافعیت بہت بڑھ گئی ہے اور عوام وخاص ہر ہی طبقہ کے ائمہ مساجد کیلئے بیحد مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اور موصوف کو نافع رسائل لکھنے اور شائع کرنیکی توفیق ہو آمین

فقط

العبد نظام الدین اعظمی

مفتی دار العلوم دیوبند

۲۴/۶/۸ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ، مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے اور دن رات کے پانچ وقتوں میں مسجد کے اندر جماعت کے ساتھ جس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے الحمد للہ مسلمان اس کو اہتمام سے بجالاتے ہیں. چنانچہ ہماری تمام مسجدیں آباد نظر آتی ہیں۔

امام مسجد یا نماز کا امام اپنی جگہ ایک اہم ذمہ داری کا مالک ہوتا ہے عہدِ نبوی میں یہ منصب خود سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھا۔ آپ نمازوں کی امامت خود ہی فرماتے رہے، جب آپ بیمار ہوئے تو اس منصبِ عظیم پر آپ نے اپنے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو فائز کیا۔ اسی طرح اس منصب پر یکے بعد دیگرے خلفائے راشدین فائز ہوتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے امامت کے منصب پر جلیل القدر شخصیت کو فائز کرنے کی تاکید کی ہے، مگر افسوس ہے کہ آج سب سے زیادہ یہی منصب پست ہو کر رہ گیا ہے گھٹیا سے گھٹیا شخص کا اس منصب کے لئے انتخاب ہوتا ہے، اور خاص و عام اسی کو پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا کرے قاری محمد رفعت استاذ دار العلوم دیوبند کو، انھوں نے اس منصب کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر امامت سے متعلق ان تمام مسائل یکجا کر دیا ہے جو فتاویٰ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے، قابلِ ذکر کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ آگیا ہو۔

زیرِ نظر "مسائلِ امامت" نامی کتاب ہم مسلمانوں کے لئے ایک عظیم

تحفہ ہے جس سے ہر نمازی مسلمان بآسانی استفادہ کرسکتا ہے، قاری صاحب کی دو تین کتابیں اس سے پہلے بھی چھپ کر اہلِ علم کے سامنے آچکی ہیں اور عام مسلمان اُن سے مستفید بھی ہوچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت بھی قبول فرمائے اور ان کے لئے زادِ آخرت بنائے

طالبِ دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتیِ دارالعلوم دیوبند
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم۔

امابعد

شریعت میں نماز کی امامت کا مسئلہ بڑی اہمیت اور عظمت رکھتا ہے، امام چونکہ تمام مقتدیوں کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے امام مقرر کرنے کے سلسلے میں شریعت نے کچھ شرائط وضوابط بیان کئے ہیں۔ اور یہ بتایا ہے کہ اس جلیل القدر منصب کا حامل کون شخص ہو سکتا ہے اور اس کو مقرر کرتے وقت کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے نیز یہ کہ امامت کا استحقاق کن لوگوں کو حاصل ہے اور اس بلند وبالا منصب کے فرائض اور اس کے متعلقہ مسائل کیا ہیں۔

احقر نے زیرِ نظر رسالہ "مسائلِ امامت" میں مستند ومفتی بہ اقوال کو اپنی بساط کے مطابق مدلل اور عام فہم انداز میں جمع کر دیا ہے یہ سب اللہ رب العزت کا فضل وکرم اور اپنے مشفق اساتذہ ومفتیان کرام کی توجہ کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور میرے لئے زادِ آخرت بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

محتاجِ دعا

محمد رفعت قاسمی

مدرس دار العلوم دیوبند

امامت

دین کے تمام اعمالِ خیر میں سب سے اہم اور مقدم چیز نماز ہے نظامِ دینی میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسمِ انسانی میں قلب کا ہے نماز کی امامت بلاشبہ ایک عظیم الشان دینی منصب اور ذمہ داری ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے، اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں دوسروں کی بہ نسبت اس عظیم منصب کے لیے زیادہ اہل اور موزوں ہو، اور وہ وہی ہو سکتا ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبتہً زیادہ قرب اور مناسبت حاصل ہو اور آپکی دینی وراثت سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہو، اور چونکہ آپ کی وراثت میں اوّل اور اعلےٰ درجہ قرآنِ مجید کا ہے، اس لیے جس شخص نے ایمان نصیب ہونے کے بعد قرآنِ مجید سے خاص تعلق پیدا کیا، اس کو یاد کیا اور اپنے دل میں اتارا نیز اس کی دعوت و تذکیر اور اس کے احکام کو سمجھا، اس کو اپنے اندر جذب اور اپنے اوپر طاری کیا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے خاص حصہ داروں میں ہوگا (اور ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اس سعادت میں اُس سے پیچھے ہوں آپ کی اس نیابت یعنی امامت کیلئے زیادہ اہل اور زیادہ موزوں ہوگا) اور اگر بالغرض سارے نمازی اس لحاظ سے تو برابر ہوں چونکہ قرآن مجید کے بعد سنّت کا درجہ ہے اس لیے اس صورت میں ترجیح اس کو دی جائے گی جو سنت و شریعت کے علم میں دوسروں کے مقابلہ میں امتیاز رکھتا ہو۔ اور اگر بالفرض اس لحاظ سے بھی سب سے برابر سرابر ہوں تو پھر ان میں جو تقویٰ اور پرہیزگاری اور محاسن اخلاق میں ممتاز ہوگا، وہ امامت کے لیے لائق ترجیح ہوگا، اور

اگر بالفرض اس طرح کی صفات میں بھی یکسانی ہو تو پھر عمر کی بڑائی کے لحاظ سے ترجیح دیجائے گی، کیونکہ عمر کی بڑائی اور بزرگی بھی ایک مسلّم فضیلت ہے۔ بہر حال امامت کے لئے یہ اصولی ترتیب عقلِ سلیم کے بالکل مطابق اور مقتضائے حکمت ہے اور یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت ہے۔

امامت کی ترتیب

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا وَلَا یَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِہٖ وَلَا یَقْعُدُ فِیْ بَیْتِہٖ عَلٰی تَکْرِمَتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ رواہ مسلم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ پڑھنے والا ہو اور اگر اس میں سب یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنّت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانۂ ہجرت ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سن کے لحاظ سے مقدم ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقۂ سیادت اور حکومت میں اس کا امام نہ بنے اور اس گھر میں اس کے بیٹھنے کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح

حدیث کے لفظ "اَقْرَأُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ" کا لفظی ترجمہ وہی ہے جو یہاں کیا گیا ہے یعنی کتاب اللہ کا زیادہ پڑھنے والا لیکن اس کا مطلب نہ تو صرف حفظِ قرآن ہے اور نہ مجرد کثرتِ تلاوت بلکہ اس سے

مراد ہے حفظ قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف عہدِ نبوی صلعم میں جو لوگ قرّاء کہلاتے تھے ان کا یہی امتیاز تھا، اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کی امامت کے لئے زیادہ اہل اور موزوں وہ شخص ہے جس کا کتاب اللہ کے بارے میں علم اور اس کے ساتھ شغف و تعلق دوسروں پر فائق ہو، اور ظاہر ہے کہ عہدِ نبوی صلعم میں یہی سب سے بڑا دینی امتیاز اور فضیلت کا معیار تھا اور جس کا اس سعادت میں جسقدر زیادہ حصہ تھا وہ اسی قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص وراثت و امانت کا حامل اور امین تھا، اس کے بعد سنت و شریعت کا علم فضیلت کا دوسرا معیار تھا اور یہ دونوں علم یعنی علمِ قرآن اور علمِ سنت جس کے پاس بھی تھے، عمل کے ساتھ تھے، علم بلا عمل کا وہاں وجود نہیں تھا۔

فضیلت کا تیسرا معیار عہدِ نبوت کے اس خاص ماحول میں ہجرت میں سابقیت تھی، اس لئے حدیث میں تیسرے نمبر پر اس کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن بعد میں یہ چیز باقی نہیں رہی، اس لئے فقہائے کرام نے اس کی جگہ صلاح و تقویٰ میں فضیلت و فوقیت کو ترجیح کا تیسرا معیار قرار دیا ہے جو بالکل بجا ہے۔

ترجیح کا چوتھا معیار اس حدیث میں عمر میں بزرگی کو قرار دیا گیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا تین معیاروں کے لحاظ سے کوئی فائق اور قابلِ ترجیح نہ ہو تو پھر جو کوئی عمر میں بڑا اور بزرگ ہو وہ امامت کرے۔

حدیث کے آخر میں دو ہدایتیں اور بھی دی گئی ہیں :- ایک یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کے امامت و سیادت کے حلقے میں جائے تو وہاں امامت نہ کرے بلکہ اس کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھے (ہاں اگر وہ شخص خود ہی اصرار کرے تو دوسری بات ہے)

دوسری یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر جائے تو اس کی

خاص جگہ پر نہ بیٹھے، ہاں اگر وہ خود بٹھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، ان دونوں ہدایتوں کی حکمت و مصلحت بالکل ظاہر ہے۔

معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۱۵

اپنے میں سے بہتر کو امام بنایا جائے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ فَاِنَّھُمْ وَفْدُکُمْ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ ـــــ

(رواہ الدارقطنی والبیہقی رکنز العمال)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ، کیوں کہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔

(دارقطنی، بیہقی)

تشریح یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام اللہ تعالےٰ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے خود جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور مقدس مقصد کیلئے اپنے میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے خود امامت فرماتے رہے اور مرضِ وفات میں جب معذور ہو گئے تو علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے نامزد اور مامور فرمایا۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں حقِ امامت کی جو تفصیلی ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اس کا منشا بھی در اصل یہی ہے کہ جماعت میں جو شخص سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو امام بنایا جائے

"اَقْرَأُهُمْ لِکِتَابِ اللهِ اور اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ...... الخ" یہ سب اسی بہتری اور افضلیت فی الدین کی تفصیل ہے۔

افسوس ہے کہ بعد کے دور میں اس اہم ہدایت سے بہت تغافل برتا گیا اور اس کی وجہ سے اُمّت کا پورا نظام درہم برہم ہو گیا۔

معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۱۷

امام کے لئے صحیح معیار اور رہنما اصول یہی ہے کہ اس کی نماز ہلکی اور سُبک بھی ہو، اور ساتھ ہی مکمل اور تام بھی۔ یعنی ہر رکن اور ہر چیز ٹھیک ٹھیک اور سنت کیمطابق ادا ہو، (معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۲۲)

امام کی ذمہ داری اور مسئولیت

عن عبدِ اللهِ بن عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیَتَّقِ اللهَ وَلْیَعْلَمْ اَنَّهٗ ضَامِنٌ مَسْئُوْلٌ لِمَا ضَمِنَ وَاِنْ اَحْسَنَ کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰی خَلْفَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَهُوَ عَلَیْهِ رواه الطبرانی فی الاوسط (کنز العمال)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- جو شخص جماعت کی امامت کرے اس کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرے اور یقین رکھے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا بھی) ضامن یعنی ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں بھی سوال ہو گا، اگر اس نے اچھی طرح نماز پڑھائی تو پیچھے نماز پڑھنے والے سب مقتدیوں کے مجموعی ثواب کے برابر اس کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے ثواب میں کوئی کمی آجائے، اور نماز میں جو نقص اور قصور رہے گا اس کا بوجھ تنہا امام پر ہو گا۔

(معجم اوسط للطبرانی)

مقتدیوں کی رعایت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ السَّقِیْمَ وَالضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ — (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طول نہ دے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں۔ اور کمزور بوڑھے بھی (جن کے لئے طویل نماز باعث زحمت ہو سکتی ہے) اور جب تم میں سے کسی کو بس اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو جتنی چاہے لمبی پڑھ لے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح بعض صحابہ کرام رض جو اپنے قبیلے یا حلقے کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے تھے اپنے عبادتی ذوق و شوق میں بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے جس کی وجہ سے بعض بیمار یا کمزور یا بوڑھے یا تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی کبھی بڑی تکلیف پہونچ جاتی تھی، اس غلطی کی اصلاح کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی ہدایت فرمائی، آپ کا منشا اس سے یہ تھا کہ امام کو چاہیئے کہ وہ اس ہدایت کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور بوڑھا بھی ہوتا ہے اس لئے نماز زیادہ طویل نہ پڑھے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت کی نماز میں بس چھوٹی سے چھوٹی سورتیں ہی پڑھی جائیں اور رکوع، سجدہ میں تین دفعہ سے زیادہ تسبیح بھی نہ پڑھی جائے، خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی اُمّت کے لئے اس بارے میں اصل معیار اور نمونہ ہے۔ اور اسی کی روشنی میں ان ہدایات کا مطلب سمجھنا چاہیئے۔

مقتدیوں کو ہدایت

عن ابی ھریرہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ـــــ رواہ البخاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگو! امام پر سبقت نہ کرو (بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کرو) جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو، اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور اجزار میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے رہنا چاہیے کسی چیز میں بھی اُس پر سبقت نہیں کرنی چاہیے، مسندِ بزار میں حضرت ابوہریرہ رض ہی کی روایت سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سَر اُٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے ایسا کراتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض ہی کی روایت سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سَر اٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہیے کہ مبادا اس کا سَر گدھے کا سانہ کر دیا جائے۔

معارف الحدیث ج ۳
ص ۳۲۳

امام کے اوصاف

امام میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) اس شخص میں خود امامت کی خواہش نہ ہو، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر دوسرا کوئی شخص یہ اہلیت نہ رکھتا ہو تو پھر خواہش کرنا درست ہے)

(۲) جب اس سے افضل شخص امامت کیلئے موجود نہ ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے

(۳) حضور صؐ نے ارشاد فرمایا " لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن مار دی جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کروں جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

(۴) امام قاری ہو، دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کردو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔ ایک دوسری حدیث اس سلسلے میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں، وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں،،

حضور صؐ نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار امام اور علم و فضل رکھنے والے لوگ، اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی نماز اور مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں۔

"قاریِ قرآن" سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد بے عمل قاری نہیں بلکہ باعمل حافظ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اس قرأت کا زیادہ

حقدار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا نہ ہو یعنی سرے سے حافظ و قاری نہ ہو یا وہ قاری تو ہو لیکن قرآن پر عمل کرنے والا اور حدودِ الٰہی کی پرواہ کرنے والا نہ ہو، اور نہ وہ اللہ تعالےٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہو اور نہ اس کی ممنوعات سے احتراز و اجتناب تو کرتا ہو۔ اللہ بھی ایسے شخص کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص کسی عزت و تکریم کا مستحق ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔

امامت کا لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے۔ اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو۔

(۵) امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے۔ اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے۔ اور خود بھی اس پر عمل کرے۔ دوسروں کو بُرائی سے منع کرے۔ اور خود بھی باز رہے۔ نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے۔ بدی اور بدوں سے نفرت کرے۔ اوقاتِ نماز سے واقف ہو، حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعلِ حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی طلب کرنے والا ہو۔ دنیا کی حرص و طمع اس میں نہ ہو۔ نیز حلیم و صابر اور شر و فساد سے کوسوں دور رہنے والا ہو، لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، بُرے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے، ہر کام حلم اور بردباری سے انجام دے، شرم گاہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھے، اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو برداشت کرے اور کہدے کہ "اَللّٰھُمَّ سَلَامًا"، لوگ اسکی طرف سے امن و سلامتی پائیں۔ (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہونچتی ہو) لیکن خود اپنے نفس کی طرف سے بے چین ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو، اور ان سے اپنے نفس کو رہا کرنے کی کوشش کرتا ہو، وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت

جیسے عظیم المرتبت کام کو اس کے سپرد کر کے اسکی آزمائش کی گئی ہے امامت کا درجہ بہت بلند و بالا ہے امام کے پیشِ نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنی چاہیئے

امام کو ہدایت

امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جُداگانہ ہے جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہیئے کہ میں انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔

نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسّی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے، نماز مختصر پڑھائے۔ اس طرح کہ تمام ارکان پورے ادا ہوں۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں۔ اس لئے اپنے کو کمزور و ناتواں لوگوں میں شمار کرے اللہ تعالےٰ امام سے خود اس کے بارے میں اور مقتدیوں کے متعلق باز پرس فرمائے گا۔ اپنی امامت کی ذمہ داری پر افسوس کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور ضائع کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے، اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے۔ کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اُسے بُرا نہ سمجھے، اگر اسکی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیشِ نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے۔ اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اسکی تعریف کریں، تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے۔ امام کا لباس صاف ستھرا اور خوشبودار پاک ہو اس کے لباس سے اترا ہٹ اور بڑائی ظاہر نہ ہوتی ہو۔ اور اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو، یعنی سزا یافتہ نہ ہو لوگوں کی نظر میں متّہم نہ ہو، حکام سے کسی کی لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کی حفاظت کرے (پردہ دری نہ کرے) کسی سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت، اور مستعار چیزوں میں خیانت

کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔

خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اسکو بھی امام نہ بنایا جائے، دوسروں کے عیب کی تلاش کرنے والے لوگوں کو فریب دینے والے، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ و فساد پیدا کرنے والے شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیئے۔ غنیہ ص۵۵۸

امام کیلئے مزید شرطیں

امام کیلئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل پرستوں کے خلاف اہل حق کی مدد کرے، ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے انکی مدد کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی بُرا کہنے والے کے بُرا کہنے کا خیال نہ کرے، اپنی تعریف کو پسند نہ کرے نہ اپنی مذمت کا بُرا مانے، دعا میں اپنے لئے تخصیص نہ کرے۔ بلکہ جب دعا کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دعا کرے اگر تنہا اپنے لیے دعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہلِ علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''نماز میں مجھ سے قریب اہلِ علم اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں ''، اس طرح امام سے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہیئے دولت مند کو، اپنے قریب، اور غریب کو حقیر جان کر دور کھڑا نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اسکی امامت کو پسند نہیں کرتے۔ اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اسکی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہوں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو محراب چھوڑ دینی چاہیئے (یعنی نماز نہ پڑھائے) لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں کی ناگواری اور ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم و آگہی

پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت اور باطل پرستی ہو وہ فرقہ وارانہ تعصب اور نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور نہ ان کی وجہ سے نماز پڑھانا ترک کرے، اگر قوم میں اس بناء پر فتنہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت تک محراب کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کر لیں اور اسکی امامت پر راضی نہ ہو جائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو۔ امام کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا مناسب نہیں اس کو چاہیئے کہ نیک لوگوں کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے۔

امام کو لازم ہے کہ فتنہ و فساد اٹھانے والوں، گناہ اور گناہگاروں نیز سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے، اگر لوگ اسے ایذا پہونچائیں تو صبر کرے۔ اور اس کے عوض اُن سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب ہو اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کیلئے جھگڑا کرنا منع ہے

امامت کیلئے جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اسکی جگہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملے میں نہ جھگڑے، اکابرِ ملت اور سلفِ صالحین کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے امام بننے سے گریز کیا اور اپنے بجائے ایسے لوگوں کو امامت کیلئے بڑھا دیا جو بزرگی اور تقوی میں ان کے برابر نہیں تھے۔

اس طرزِ عمل سے ان کا مدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امامت میں ان سے کوئی قصور اور کوتاہی نہ ہو جائے

غنیۃ الطالبین ص ۸۶۵

امامت کی اجرت

امامت کی اجرت کے بارے میں شروع ہی سے اختلافی مسئلہ چلا آرہا ہے، امام شافعیؒ وامام محمدؒ بن حنبل رحمہما اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی طاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہو۔ عقدِ اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے جیسے تعلیمِ قرآن، اذان وامامت وغیرہ۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ، زہری اور قاضی شریح رحمہم اللہ اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعت پر اجارہ ناجائز ہے۔

متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ طاعت پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتویٰ دیتے اور عمل کرتے رہے۔

علمِ دین پڑھانے والوں، اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے رہتے تھے" کچھ عرصہ بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بیت المال کے مصارف میں بعض مسلمان بادشاہوں کے شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور مؤذنین وائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیمِ علوم دینیہ یا اذان وامامت کی انجام دہی میں جو فراغتِ قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریاتِ معاش انکی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں۔ اس لئے ان کو مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا، جس کے ذریعہ اپنی اور اپنی اولاد ومتعلقین کی گذر بسر ہو سکے۔

ذرائعِ معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت اور کسی نے صنعت و دست کاری اختیار کی۔ اسی طرح ضرورتیں بھی کم وبیش مختلف تھیں، اس لئے رات

دن کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسبِ معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضروریں پوری نہ ہوئیں۔ ان حالات کی وجہ سے مجبوراً بہت سے علماء، موذن اور امام، تعلیم علومِ دینیہ یا اذان و امامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے اور بالآخران خدمات کو چھوڑنا پڑا۔

لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان تھا کہ علمِ دین کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریاتِ معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طلباء کو پڑھا سکیں۔ تو علومِ دین کی زندگی اور بقاء کی کیا صورت تھی؟"

اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین موذن ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے درہم برہم ہو جاتا چونکہ اِس زمانہ میں بڑے بڑے شہروں میں بلکہ بعض قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں، مزدوری پر کام کرتے ہیں اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کی اجازت حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ اگر اذان و جماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے گی یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں کی ناراضگی پیش آئے گی اور اپنے ذرائع معاش کو کھونا پڑے گا۔

امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا اور پورے انضباط سے نماز نہیں ہو سکتی۔

پس متاخرین فقہاء حنفیہ نے اس ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعی رح کے قول کے موافق یہ فتویٰ دیدیا کہ مواقع ضرورت میں طاعت پر اجرت لینا جائز ہے اور قرآن شریف و حدیث، وفقہ کی تعلیم اور اذان و امامت پر اجرت لینے کے جواز کی تصریح کردی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے باقی نہ رہنے سے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔ (دینی خدمات اور معاوضہ ۱۴۶)

حاکمِ وقت کی اجازت ضروری ہے

اگر حاضرین میں حاکم وقت موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر امامت کیلئے آگے نہ بڑھے اسی طرح جب کسی گاؤں یا قبیلہ میں پہونچے تو وہاں کے لوگوں کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے، اسی طرح کسی قافلے یا سفر میں بہت سے لوگوں کا ساتھ ہو جائے۔ تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر ان کی امامت نہ کرے

نماز لمبی نہیں پڑھنی چاہیئے بلکہ مختصر پڑھنی چاہیئے مگر ارکان پورے ادا کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی پہلے گذر چکا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز کو مختصر کرے کیوں کے اس کے پیچھے بچے، بوڑھے اور کام کرنے والے لوگ بھی کھڑے ہوتے ہیں"

ہاں اگر تنہا نماز پڑھے تو پھر جتنی چاہے لمبی پڑھے، حضرت ابو واقد رضی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ تو بہت ہی مختصر نماز ہوتی اور جب بہ نفسِ نفیس ادا فرماتے تو سب سے زیادہ لمبی نماز ہوتی۔ غنیۃ الطالبین ص ۶۹

امام اور محراب

امام کو جائز نہیں ہے کہ محراب کے بالکل اندر گھس کر کھڑا ہو اور پیچھے والے لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے، بلکہ اس کو محراب سے قدرے باہر کھڑا ہونا چاہیئے، (یعنی امام کی ایڑیاں باہر ہوں) جسکی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔ امام کے لئے مناسب ہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد زیادہ دیر تک محراب

میں نہ ٹھہرے بلکہ باہر نکل کر سنتوں کیلئے کھڑا ہو جائے یا محراب کے بائیں جانب کھڑے ہو کر سنتیں ادا کرے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام نے جس جگہ کھڑے ہو کر فرض پڑھائے ہیں، اس جگہ سنتیں اور نفل نہ پڑھے۔ البتہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جگہ کھڑے ہو کر سنتیں اور نفل پڑھ لے، چاہے تو اِدھر اُدھر ہٹ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

قرأت کے اوّل و بعد سکوت

امام کو دو بار وقفہ کرنا چاہیئے، ایک بار تو نماز کے شروع میں اور دوسری بار قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہ اس وقفہ میں اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا اور قرأت سے جو جوش پیدا ہوا تھا وہ سکون سے بدل جائے گا قرأت کا اتصال رکوع کی تکبیر سے بھی نہیں ہوگا، حضرت سمرہ جُندب سے روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول منقول ہے۔

تسبیح میں جلدی نہ کرے

رکوع میں جائے تو تین بار تسبیح پڑھے، تسبیح پڑھنے میں عجلت نہ کرے بلکہ بہت آہستگی اور جم کر الفاظ ادا کرے کیونکہ اگر امام تسبیح کو عجلت سے پڑھ لے گا۔ تو مقتدی اس کو نہیں کہہ پائیں گے۔ اسی طرح رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، کہہ کر ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے اور بغیر عجلت کے "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہے تاکہ مقتدی بھی اتنی دیر میں کہہ سکیں۔ حضرت انس رضؓ بن مالک نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر مبارک اٹھا کر اتنی دیر تک

(سجدہ کرنے سے) توقف فرماتے تھے۔ کہ خیال ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے ہیں"۔
اسی طرح سجدہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان توقف کرے، اور اس شخص کے
کہنے کا کچھ خیال نہ کرے جو یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے پہلے
بعض ارکان ادا کرلے گا اور کوئی رکن مقدم کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
جب لوگ امام کے وقفہ کو دیکھیں گے تو سمجھ لیں گے کہ امام ہمیشہ یہ وقفہ
کرتا ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ امام کی عادت ہے اس لئے پھر
وہ بھی ٹھہرا کریں گے اور امام سے پہلے سجدہ نہیں کریں گے،

غنیہ صد ۸۶۹

امام نماز سے قبل مقتدیوں کو تنبیہ کرے

امام کو چاہیئے کہ نماز شروع کرنے سے قبل مقتدیوں کو سمجھا دیا کرے
کہ تم کسی رکن میں مجھ سے پہل نہ کرنا بلکہ مجھے رکن ادا کرلینے دینا پھر تم میری اقتدا
کرنا۔ اگر تم مجھ سے پہلے ارکان ادا کرو گے تو اللہ تعالےٰ کو ناراض کرو گے اور
اپنی نمازیں بھی خراب کرو گے۔

امام کو چاہیئے کہ اپنے مقتدیوں کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا رہے تاکہ وہ
رکوع اور سجود اور دوسرے ارکان نماز میں جلد بازی سے کام نہ لیں اور نماز
اچھی طرح ادا کریں کیونکہ امام انکا نگہبان ہے، قیامت کے دن امام سے
لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام کو چاہیئے کہ اپنی نماز بھی اچھی طرح
ادا کرے اگر ان میں کوتاہی کرے گا تو جس طرح اس کے مقتدیوں کو گناہ کی
سزا ملے گی اُسی طرح امام کو بھی اس کی کوتاہی و غفلت کی وجہ سے ان لوگوں کی
نمازیں خراب کرنے کی سزا دی جائے گی۔

غنیۃ الطالبین صد ۸۷۱

امام کا دل اور زبان سے نیت کرنا

امام کو چاہیئے کہ دل سے نیت کیۓ بغیر نہ نماز شروع کرے اور نہ تکبیر تحریمہ کہے اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو زیادہ اچھا ہے، امام کو چاہیئے کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کرائے اور مقتدیوں سے کہے کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ٹھیک کھڑے ہو جایئے اللہ تم سے راضی ہو، درمیان کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حکم دے کہ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جائیں، صفوں کی کجی سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے، شیطان لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”صفیں جوڑ لیا کرو، شانے سے شانہ ملا لیا کرو اور درمیانی خلا کو پُر کر لیا کرو تاکہ بکری کے بچوں جیسے شیطان تمہارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں“۔

آنحضرت کا طریقہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپؐ تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں کے لوگوں کو شانے برابر رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ ہو ورنہ ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ حضورؐ نے ایک روز نماز کے وقت دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا تم کو اپنے مونڈھے برابر کر لینے چاہئیں ورنہ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔

بخاریؒ اور مسلمؒ کی متفق علیہ روایت ہے کہ سالم بن جورؓ نے حضرت

نعمان بن بشیرؓ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں فرق پیدا کر دے گا، ایک اور حدیث میں حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. صفوں کو سیدھا رکھنا، تکمیلِ نماز میں سے ہے (یعنی نماز کی تکمیل کا ایک حصہ ہے)

صحابۂ کرام کا معمول

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو محض صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا جب تک وہ شخص صفوں کے ہموار ہونے کی اطلاع آپ کو نہیں دے دیتا تھا آپ تکبیرِ تحریمہ نہیں کہتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی معمول تھا، ایک روایت ہے کہ حضرت بلالؓ (موذن رسولؐ) صفیں ہموار کراتے تھے! ور ایڑیوں پر کوڑے مارتے تھے تاکہ لوگ ہموار کھڑے ہو جائیں، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اقامت کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے انجام دیا کرتے تھے، اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کے بعد کسی امام کے لئے اذان نہیں دی، صرف ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب کہ آپؓ ملکِ شام سے واپس آئے تھے تو حضرت صدیقِ اکبر اور دوسرے صحابہؓ نے عہدِ نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلالؓ سے درخواست کی تھی تو آپ نے اذان دی تھی، اذان میں جب آپؐ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه" پر پہنچے تو رک گئے اور آگے کچھ نہ کہہ سکے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق میں بے ہوش ہو کر گر پڑے، مدینہ کے انصار و مہاجرین میں ایک کہرام پڑ گیا

یہاں تک محبت رسول میں عورتیں بھی پردے سے باہر نکل آئیں۔

غرض اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایڑیوں پر درّے مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔

غنیۃ صـ ۵۶۹

امام کی تقرری کا حق

سوال:- اگر کسی مسجد کے اکثر مقتدی اور اہلِ محلہ و ممبرانِ کمیٹی ایک پیش امام صاحب کو انکی خدمات سے سبکدوش کر کے دوسرے امام کو انکی جگہ تقرر کریں، تو ایسی صورت میں اکثریت کی رائے کا احترام ضروری ہے یا اقلیت کی ہٹ دھرمی کو تسلیم کیا جائے؟

جواب:- اگر دونوں امام علم و فضل اور تقویٰ میں برابر ہیں تو قوم میں سے اہلِ صلاح کی اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ صـ ۲۹۴ ج (۳) بحوالہ ردالمحتار صـ ۵۲۲ ج (۱))

فتاویٰ محمودیہ ج ۲ صـ ۸۵ بحوالہ انتباہ صـ ۱۴۱ میں ہے کہ "امام مقرر کرنے کا حق بانیِ مسجد کو ہے پھر اس کے خاندان والوں کو (اولاد وغیرہ کو) پھر اہلِ محلہ کو۔ لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے"

اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہیں، اور اہلِ مسجد کسی لائق کو تو اہلِ مسجد کا حق راجح ہوگا" (فتاویٰ قاضی خاں ہندیہ صـ ۳۳۸ جلد (۳)

کیا امامت میں وراثت ہے؟

سوال:- خطیب صاحب نے اپنی زندگی میں بھائی کے ہوتے ہوئے اپنے بھتیجے کو اپنا

نائب مقرر کیا۔ پانچ سال بڑی دیانت داری کے ساتھ خدمت انجام دی اب خطیب صاحب کا انتقال ہوگیا۔ کیا انکی اولاد اپنا نائب مقرر کرسکتی ہے؟

۲؎ امام صاحب نے بھائی کے ہوتے ہوئے بھتیجہ کو مقرر کیا اور جماعت نے منظور کیا اب بھائی دعویدار ہے۔ کیا اسکا دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جس کو خطیبِ سابق نے اپنی زندگی میں امام مقرر کیا اور قوم اور جماعت محلہ نے اس کو منظور کیا وہی امام مقرر ہوگیا کیونکہ درحقیقت امام کے تقرر کرنے کا حق مسجد کے بانی اور اس کی اولاد کے بعد قوم اور جماعت کو ہے، لہٰذا جس کو قوم نے امام تسلیم کرلیا وہ امام ہوگیا۔

اب کسی کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا نہ اولاد کا نہ بھائی کا کیونکہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۹۵ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ باب الاذان ص ۳۶۷)

امامت میں وراثت نہیں ہے بلکہ امام مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو ہے اور پھر اس کی اولاد واقارب کو اس کے بعد نمازیوں اور اہلِ محلہ کو ہے کہ امام کو مقرر کریں۔ بلکہ اگر بانیٔ مسجد نے کسی کو امام بنایا اور وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کردیا تو وہی امام مقرر ہوگا جس کو نمازیوں نے مقرر کیا ہے۔

ردالمحتار ج ۳ ص ۵۲۳ میں ہے کہ امامِ سابق بدعتی ہوگیا اور مسجد کے نمازی اس سے خوش نہیں ہیں اس کی خرابی کے سبب، تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور مسائلِ نماز سے واقف شخص کو امام مقرر کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۸۵)

امام کی تقرری میں اگر اختلاف ہوجائے

سوال :۔ محلّے کی مسجد میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کردہ امام رہے گا۔

اور جماعت کے زیادہ افراد کہتے ہیں کہ ہم جو امام مقرر کریں گے وہ رہے گا شرعًا کیا حکم ہے؟

جواب:- جسکو جماعت کے زیادہ افراد امام مقرر کریں وہی امام رہے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۹۴ بحوالہ ردالمحتار ج۱ ص۵۲۲ باب الامامت)

اگر اہلِ مسجد کسی کو امام مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا، اور اگر دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیری (۱) ص۵۵)

کیا عدالت امام مقرر کر سکتی ہے

سوال:- کیا عدالت کو کوئی حقِ شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا امام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو امام بنانے پر رضامند نہیں؟

جواب:- عدالت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کیوں کہ اس کا نفع ونقصان قوم کو ہے لہٰذا بلا رضامندی قوم کے ان کے لئے عدالت کوئی امام مقرر نہ کرے۔ اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۹۵ بحوالہ ردالمحتار ج ص۵۲۲ باب الامامت)

امامت کا دعویٰ اور مقتدیوں کا انکار

سوال:- ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیتِ سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثا جو کہ اس کے اہلِ برادری اور مقتدی ہیں اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعوائے امامت درست ہے یا نہیں؟

جواب :۔ کتبِ فقہ میں ہے کہ بانیٔ مسجد اور واقف کو زیادہ حق ہے امام کے تقرر وغیرہ کرنے میں۔ اور اگر وہ نہ ہو تو اسکی اولاد و اقارب حق دار ہیں۔ اس کے بعد اہل محلہ و اہلِ مسجد جسکو امام مقرر کریں وہ امام ہوتا ہے پس خانقاہ کا سجادہ نشین اگر واقفِ اولاد میں سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے امام وغیرہ مقرر کرنے کا لیکن دیگر اہلِ قرابتِ واقف کو بھی یہ حق ہے۔ سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۷۹ بحوالہ ردالمحتار باب الاذان ج ۱ ص ۳۷۲)

اگر امام مقرر کرنیکی گنجائش نہ ہو تو کیا حکم ہے

سوال :۔ کسی شہر میں مساجد زیادہ ہوں اور نمازی کم اور ہر ایک مسجد میں امام مقرر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، اگر قریب محلہ والے مل کر ایک مسجد میں امام مقرر کرلیں اور دیگر مساجد چھوڑ کر ایک مسجد میں با جماعت امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کریں تو کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ بہتر یہ ہے کہ حتی الوسع جہاں تک ہو سکے سب مسجدوں کو آباد کریں اور تھوڑے تھوڑے نمازی سب مسجدوں میں نماز پڑھیں۔ بحالت مجبوری جیسا موقع ہو کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۶۷ بحوالہ ردالمحتار باب احکام المسجد ج ۱ ص ۶۱۷)

امام کے فرائضِ منصبی

امام اپنے منصب کے لحاظ سے صرف نماز پڑھانے کا ذمہ دار ہے البتہ اگر اس سے وعظ یا طلبا کو تعلیم وغیرہ دینے کی شرائط کرلی جائیں اور وہ منظور کرلے تو پھر اسکی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ امام سے ایسے کاموں

کے لئے شرائط نہ کی جائیں جو اس کی حیثیتِ امامت اور وقت کے خلاف ہوں۔
(کفایت المفتی ج۳ ص۴۶)

اگر امامت اور پانی گرم کرنے پر وہ ملازم ہے اور اس کی اجرت میں محلہ سے روٹیاں لانا بھی ہے تو اس سے اس کی امامت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا اگر محلہ سے روٹیاں لانا اجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی از خود مانگ کر لاتا ہے اور باوجود کسی مشروع طریق پر کمانے کی قدرت کے، اس مانگنے کو پیشہ بنا رکھا ہے تو یہ پیشہ ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے جب کہ کوئی دوسرا آدمی امامت کا اہل موجود ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۱۴)

اگر امام مقرر کرتے وقت سب نے امام کے ذمہ جھاڑو دینا اور حمام میں پانی بھرنے کی شرط قرار دی ہے تو امامت کی طرح یہ بھی امام کے ذمہ ضروری ہوگا۔ اگر تقرر صرف امامت پر ہوا ہے تو یہ امام کے ذمہ ضروری نہیں۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۶۸)

پیش امام کا رتبہ

پیش امام کی عزت و توقیر کرنی چاہیئے۔ اس کی بے عزتی اور توہین اور ہتک کرنی گناہ ہے۔ (کفایت المفتی ج۳ ص۹۳)

کیا امام اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے؟

(۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ امام یا نائبِ امام مقرر کرنے کی مستحق ہے لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق ہے۔

(۲) نائبِ امام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرتِ رائے سے مقرر کیا گیا ہو، تنہا امام کو اس کا اختیار نہیں۔ خصوصاً جب کہ امام خود بھی امامت کا تنخواہ دار

ملازم ہو،   (کفایت المفتی ج۳ ص۵۳)

امام کے عزل ونصب کا حق

فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کو رکھنے یا معزول کرنے کا حق بانیٔ مسجد یا اسکی اولاد کو ہے۔

اگر متولّی، واقف کی جانب سے شرائط کے ساتھ ہے تو وہ بھی قائم مقام ہے، اور اگر نمازیوں کی اکثریت کسی نیک صالح شخص کو امام مقرر کرے تو امام مقرر ہو جائے گا۔   (فتاویٰ دار العلوم ص۱۱۶ ج۳، بحوالہ ردالمحتار کتاب الوقف ص۵۷۳ ج۱)

ائمہ مساجد کی تنخواہ اور شرعی ذمہ داریاں

سوال:- امامِ مسجد سے امامت کے علاوہ جھاڑو دلانا، نالیاں صاف کرانا، اذان دینا اور اس کے علاوہ اور چھوٹے موٹے کام لئے جاتے ہیں۔ اور تنخواہ صرف امامت کی دیجاتی ہے۔ کیا اتنی قلیل تنخواہ کے عوض اتنے سارے کام لینا جائز ہیں؟ شرعاً امام کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ ائمہ مساجد کی تنخواہ کیسی ہونی چاہیئے؟ تنخواہ کا معیار سے کم دینے پر متولّی اور اہلِ محلہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ مفصّل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:- حدیث شریف میں ہے "مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو"   (مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز جن تین آدمیوں کے خلاف دعویٰ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی کو مزدور رکھے اور اس سے پورا کام لے لے مگر مزدوری پوری نہ دے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸)

مزدوری پوری نہ دینے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کی مزدوری مارلے اور پوری نہ دے بلکہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جتنی اجرت اس کام کی ملنی چاہیے اتنی نہ دے اور اسکی مجبوری سے فائدہ اٹھائے کہ کم سے کم اجرت پر کام لے لے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مسجد کے متولی اور مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمان مساجد اور مدارس کو ان کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقویٰ وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ ومشاہرہ (تنخواہ) دیتے رہیں، باوجود گنجائش کے کم دینا بُری بات ہے، اور متولی خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔

(درمختار والشامی ج ۳ ص ۳۸۹، ج ۳ ص ۴۷)

صرف امامت کی تنخواہ دے کر امام پر اذان کی ذمہ داری ڈالنا اور ان سے جھاڑو دینے اور نالیاں صاف کرنے وغیرہ امور کی خدمت لینا ظلم شدید اور توہین ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے: حاملین قرآن (حفاظ وقرا وعلمائے کرام) کی تعظیم کرو، بے شک جس نے ان کی تکریم کی اس نے میری تکریم کی۔ (الجامع الصغیر للامام الحافظ السیوطی ج ۱ ص ۱۴۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ "حاملینِ قرآن اسلام کے علمبردار ہیں اور اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں۔ جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے ان کی تذلیل کی اس پر اللہ کی لعنت ہے"۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۵۵)

تنخواہ معقول نہ ہونے کی وجہ سے کہ امام اور مؤذن کیلئے مسجد میں چندہ کیا جائے اور مصلی حضرات بخوشی چندہ دیں اور تنخواہ کی کمی کو پورا کیا جائے، لیکن چندہ جبراً نہ وصول کیا جائے، اگر اسطرح امام ومؤذن کی امداد نہ کی گئی تو انکا گذارہ کیسے ہوگا؟ اور وہ کس طرح رہ سکیں گے؟ بہتر تو یہی ہے کہ تنخواہ معقول دی جائے اور چندہ کی رسم کو ختم کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۲۷۴)

امامت کی اجرت

سوال :- زید کہتا ہے کہ امام مسجد نہ اجیر ہے اور نہ نوکر کیونکہ اس کو مالِ وقف سے تنخواہ ملتی ہے اور عمر کہتا ہے کہ امام اجیر اور نوکر ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب :- جو امام امامت کی تنخواہ لیتا ہے اس کے اجیر ہونے میں کیا تامل ہے، امامت پر اجرت لینا فقہاء نے جائز لکھا ہے اور وقف مال سے تنخواہ ملنا اسکی دلیل نہیں کہ وہ اجرت نہ ہو اور تنخواہ دار اجیر نہ ہو۔ کیا اگر وقف کی تعمیر کیلئے مالِ وقف سے عاملینِ تعمیر مقرر کیئے جائیں تو وہ اجیر نہ ہونگے، قولِ عمر اس میں صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۸۷)

امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۸۴ کتاب شروط الصلوٰۃ میں ہے، تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۳۲)

کیا امام کو چھٹی کا حق حاصل ہے

سوال :- اگر کوئی امام امامت کی تنخواہ پانے کے باوجود کبھی کبھی غیر حاضر ہوئے تو کیا حکم ہے؟

جواب :- شامی جلد ۳ کتاب الوقف میں ہے کہ امام کو اپنی ضروریات یا راحت کیلئے ایک ہفتہ یا اس کے قریب یعنی پندرہ دن سے کم تک عادۃً غیر حاضری عرفاً شرعاً جائز ہے، پھر آگے تصریح کی ہے کہ سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ غیر حاضر ہو تو معاف ہے پس صورت مسئولہ کا حکم بھی اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کبھی کبھی غیر حاضری امام کی معاف ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۹۴ بحوالہ ردالمحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۵۹۴)

کیا غیر حاضری کے زمانے کی تنخواہ لے سکتا ہے

سوال :۔ کسی عذر یا بلا عذر نصف ماہ سے کم اگر امام صاحب امامت کا کام انجام نہ دیں تو وہ تنخواہ پورے ماہ کی پانے کے مستحق شرعاً ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ حاصلِ جواب یہ ہے کہ "اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ"

پس جسقدر غیبت (غیر حاضری) معروف ہو اسکی تنخواہ لینا درست ہے اور امامت بھی درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۸۹ بحوالہ رد المحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۴۲۴)

ایسا کرنا (یعنی تنخواہ کاٹنا) جائز نہیں ہے۔ اور یہ امر خلافِ عرف و شرع ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۳۴۴ بحوالہ رد المحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۵۲۵)

امام کی غیر حاضری کا حکم

سوال :۔ کسی شخص کے کام کی وجہ سے امام پانچ سات مرتبہ ہفتہ میں غیر حاضر رہا اسکی نسبت کیا حکم ہے ؟

جواب : بہتر یہ ہے کہ مقتدیوں کی رضامندی سے ایسا کرے۔ مقتدیوں کی رضا مندی کے بغیر ایسا کرنا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۳ (۳))

امام کے احاطۂ مسجد میں رہنے کا حکم

احاطۂ مسجد میں امام و مؤذن کیلئے کمرہ بنا ہو تو اس میں امام اور مؤذن کا رہنا درست ہے لیکن بال بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے

استنجے کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور وشغب کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا۔ اس لئے ممنوع ہوگا۔ اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۶ ص ۹۵)

کیا امام احاطۂ مسجد میں اپنا کام کرسکتا ہے

اگر کمرہ کا دروازہ مسجد کے اس حصے میں نہ کھلتا ہو جو نماز کیلئے مخصوص ہوتا ہے یعنی خرید وفروخت کرنے والوں کو مسجد میں سے نہ گزرنا پڑے تو امام کا ایسا کام کرنا مباح ہے؟ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۴۳)

مسجد یعنی اس حصہ میں جو نماز کیلئے استعمال کیا جاتا ہے خرید و فروخت کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا احترام مسجد کے منافی ہو، جائز نہیں ہے، باقی مسجد کے احاطے میں دوسرے حصے جو نماز کے لئے استعمال نہیں کیے جاتے ان میں خرید وفروخت جائز ہے، مگر متولی کی اجازت سے ہونا چاہیئے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۶۷)

کیا امام چوبیس ۲۴ گھنٹے کا پابند ہے

سوال :- امام و مؤذن کو مقید کر دینا کہ چوبیس ۲۴ گھنٹے آپ کو مسجد میں حاضری دینا ہوگی۔ یہ حکمرانی کس حد تک جائز ہے؟

جواب :- امام یا موذن کا متولی سے معاہدہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا اگر معاہدہ نہیں ہے تو ایسی پابندی ظلم و زیادتی ہے اور ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۶۲)

ایک وقت میں دو ۲ جگہ امامت

جب ایک شخص کو معاوضہ مقرر کر کے ایک مسجد کی امامت کیلئے رکھا ہو تو اس مسجد

کی امامت اس کے ذمہ ضروری ہے اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کیلئے جانا ناجائز ہے اگر اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کرے گا تو وہ اس معاوضہ کا مستحق نہ ہو گا۔ اگر امام مذکور ایک ہی نماز دو مرتبہ دو مسجدوں میں پڑھاتا ہے تو دوسری نماز درست نہیں ہو گی۔ دوسری مسجد کے مقتدیوں کی فرض نماز اور اس طرح ساقط نہیں ہو گی، بلکہ اُن کے ذمے بدستور اس کی ادائیگی باقی رہے گی۔

چونکہ امام کی اوّل مرتبہ فرض نماز ادا ہو گی دوسری مرتبہ امام کی نفل نماز ہو گی اور مقتدیوں کی فرض اور یہ جائز نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۹)

ایک امام کا دو جگہ امامت کرنا

سوال:- جو امام تین وقت کی نماز ایک مسجد میں پڑھائے اور دو وقت کی دوسری مسجد میں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- کوئی وجہ ممانعت کی، اس میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۹۹)

ایک مسجد میں دو اماموں کی امامت

اگر دو امام اس لئے ہوں کہ ایک امام چند لوگوں — کو نماز پڑھائے اور دوسرا امام وہی نماز دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ مکروہ ہے، اور اگر منشا یہ ہے کہ دو امام رکھ لئے جائیں، کبھی ایک پڑھائے اور کبھی بضرورت دوسرا تو گنجائش ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۳۶۹ بحوالہ عالمگیری باب فی الاذان ج ۱ ص ۵۱)

کیا ایک شخص امامت واذان انجام دے سکتا ہے

سوال:- اذان و امامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- ایک ہی شخص اذان کہے اور امامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۹۵ بحوالہ ردالمحتار باب الاذان ج ۱ ص ۳۷۲)

امام متوفی کے یتیم بچّوں کی امداد

سوال:- امام صاحب کا انتقال ہوگیا چند بچے چھوڑے، اب جو وظیفہ ان کے باپ کو بیت المال سے یا اہل محلہ کی جانب سے ملتا تھا اس وظیفے کے شرعاً حق دار اس کے یتیم بچے ہیں یا نہیں؟

جواب:- بیت المال کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے ان بچوں کی ان کے باپ کے وظیفہ سے امداد کی جائے اور اہل محلہ اپنے چندہ سے جو کچھ امام مرحوم کو دیتے تھے ان یتیم بچوں کو بھی دیں اور بقدرِ ضرورت ان کی مدد کریں اور ہر طرح دیکھ بھال رکھیں۔ اگرچہ ان کو جدید امام کی بھی ضرورت ہوگی اور اُس کی تنخواہ کا غالباً انتظام کرنا ہوگا۔ اور اگر کوئی امام بلا تنخواہ نہ ملے تب بھی یتیم بچوں کی امداد کو وہ اپنے اوپر لازم اور ضروری سمجھیں اور ثوابِ اخروی حاصل کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۳۷۲ بحوالہ مشکوٰۃ باب الشفقۃ ص ۴۲۳)

کیا امامت میں ذات کا لحاظ ہے

امامت کیلئے ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں، افضلیت کا لحاظ ہے، اور یہ کہ جماعت میں کمی نہ آئے اور نمازی منتشر نہ ہوں۔

پس نمازیوں میں جو افضل ہو وہ امامت کا حق دار ہے تاکہ نماز صحیح اور کامل ادا ہو جائے اور مقتدی زیادہ سے زیادہ نماز میں شریک ہوں، پس کسی ایسی قوم کا آدمی جس کو لوگ ذلیل اور رذیل سمجھتے ہیں اگر علم و تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اور اس بنا پر لوگ اُس کا ادب کرتے ہیں تو بلا شبہ اسکے پیچھے نماز درست ہے کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، البتہ اگر اس کے افعال ایسے ہیں جنکی بنا پر وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور بے وقعت ہے تو اس بنا پر اس کو امام بنانا مکروہ ہے کہ لوگ جب اسکی عزت اور وقعت نہیں کرتے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی پسند نہ کریں گے اور جماعت میں کمی ہو جائے گی،

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ میں ہے "افضل کو امام بنانے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگ اس کو پسند کر کے شرکت کریں گے اور جماعت بڑھے گی۔"

امام افضل وہ ہے جو شرعی احکام سے سب سے زیادہ واقف ہو، قرآن مجید بالتجوید اور صحت کے ساتھ پڑھتا ہو، پرہیز گار ہو، صحیح العقیدہ اور اعلیٰ حسب والا ہو، حسین و جمیل اور معمر ہو، نسبی شرافت، خوش اخلاق اور پاکیزہ لباس والا امامت کا زیادہ حقدار ہے کہ لوگ رغبت سے اسکی اقتدار کریں اور جماعت بڑی ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نمازیں عند اللہ مقبول ہوں تو چاہیئے کے علمار اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ نیک ہو، وہ تمہاری امامت کرے، کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں، شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۶

لہٰذا افضل کو امام بنایا جائے اور اس سے ایسا کوئی کام نہ لیا جائے جس سے لوگ اسے حقیر سمجھیں، ہاں اگر کسی جگہ افضل امام نہ ہو بلکہ فاسق ہو تو جماعت نہ چھوڑے. جماعت کی فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر تنہا نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے"

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۲۸)

جسکا ایک بازو کٹا ہوا ہو اسکی امامت

سوال :- جس شخص کے ایک بازو نہ ہو اور وہ نابینا بھی ہو، اسکی امامت جائز ہے یا

نہیں ؟

جواب :- نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے لیکن دوسرا امام جو بینا ہو اور اس کے دونوں ہاتھ پیر صحیح وسالم ہوں اور مسائلِ نماز سے واقف ہو اور نیک شخص ہو بہتر ہے (فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۱۶۵ بحوالہ ردالمحتار ج۱ ص۵۲۳ باب الامامت)

چھوٹے ہاتھ والے کی امامت

سوال :- میرا داہنا ہاتھ کان کی لو تک نہیں جاتا ایسی حالت میں میری امامت (نمازِ پنجگانہ وجمعہ وغیرہ میں) جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- اس صورت میں سائل کی امامت نمازِ پنجگانہ وجمعہ وغیرہ میں بلا کراہت جائز ہے کوئی وجہ کراہت، امامت کی نہیں ہے کیونکہ فقہاءؒ نے جو لکھا ہے کہ انگوٹھوں کو تحریمہ کے وقت کانوں کی لو سے لگا دے تو وہ اصل میں محاذات حاصل کرنے کے لئے ہے جیساکہ تحقیقِ فقہاء اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

پس اگر عذر کی وجہ سے کان کی لو کا چھونا نہ ہو سکے اور انگوٹھوں کی کانوں سے محاذات حاصل ہو جائے تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، حنفیہؒ کے نزدیک انگوٹھوں کو کانوں کے محاذی (مقابل) کر دے، پس اگر کسی عذر کی وجہ سے ہاتھ کانوں کی لو تک نہ پہونچے اور محاذات حاصل ہو جائے تو یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۲۰۲ بحوالہ ہدایہ ج۱ ص۹۴)

ہاتھ کٹے ہوئے شخص کی امامت

سوال :- مقطوع الید (ہاتھ کٹے ہوئے شخص) کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

۲۔ عرصۂ دراز تک اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں، بعد میں کچھ خودغرض لوگ کسی وجہ سے مقطوع الید ہونے کا الزام دے کر خود بھی نماز نہیں پڑھتے اور دوسروں کو بھی اسکے پیچھے نماز پڑھنے کو منع کرتے ہیں یہ کہاںتک درست ہے؟

جواب:۔ اگر وہ شخص طہارت اور پاکی ٹھیک طور پر کر لیتا ہے اور اس کا اہتمام رکھتا ہے تو اسکی امامت شرعاً درست ہے ورنہ مکروہ ہے، صحیح اور سالم کی امامت بہرحال اولیٰ ہے۔

۲۔ اختلاف سے بچنا چاہیئے اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کوئی شرعی عذر مانع ہو تو اتفاق کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کر لیا جائے، محض خودغرضی کی بناء پر اختلاف پیدا کرنا گناہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۰۲ بحوالہ ردالمختار ج (۱) ص ۵۸۷)

جسکی ٹانگیں کٹی ہوئی ہوں اسکی امامت

سوال:۔ ایک شخص کی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک کٹی ہوئی ہیں، جسکی وجہ سے رکوع وجلسہ کماحقہٗ ادا نہیں ہوتا، البتہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے نماز روزہ کا پابند ہے اسکی امامت صحیح ہے یا نہیں ہے؟

جواب:۔ نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسرا امام مقرر کیا جائے جسکے ہاتھ پیر صحیح وسالم ہوں اور وہ عالم وصالح متصف بصفاتِ امامت ہو (ردالمختار باب الامامت ج (۱) ص ۵۲۵ میں ہے مقطوع الرجلین (پیر کٹے ہوئے) کی امامت بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے اگرچہ اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دوسرا امام مقرر کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۲۰۸)

جو سجدہ پر قدرت نہ رکھتا ہو اسکی امامت

سوال :- جو شخص سجدہ سے عاجز ہو اور باقی تمام ارکان، رکوع اور قومہ وغیرہ بخوبی ادا کرتا ہو اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہو اسکی امامت درست ہے یا نہیں؟

جواب :- اس کے پیچھے نماز، ان لوگوں کی جو سجدہ کر سکتے ہیں، صحیح نہیں ہے،

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۷/۳)

کانے، لولے، چغلخور اور کوڑھی کی امامت

یک چشم (کانے) کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہے اور اندھا اگر نجاست سے نہ بچتا ہو اور غیر محتاط ہو اور سب سے بڑا عالم نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور اگر وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

جذامی، کوڑھی، لولے، اور چغل خور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور جس کی مستورات پردہ نہ کرتی ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرے اور ان کی بے پردگی سے راضی ہو تو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور اگر وہ اپنے گھر والوں کو بے پردہ پھرنے سے منع کرے اور اس کو بُرا سمجھے تو پھر اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے، اور جھوٹ بولنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۵/۳ بحوالہ رد المحتار ص ۵۲۳/۱)

برص والے کی امامت

سوال :- ایک امام صاحب دینیات پڑھے ہوئے ہیں۔ بعض حضرات نے

ان کے پیچھے نماز پڑھنی اس لئے چھوڑ دی ہے کہ اُن کے بدن پر چند دانے برص کے ہیں، جنکا وہ علاج کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟

جواب:- ان امام صاحب کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے کیونکہ فقہاء نے اس حالت میں برص کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ بکراہتِ تنزیہی لکھا ہے، جب کہ برص اس کا ظاہر دباہر ہو یعنی زیادہ نشانات برص کے ہوں جسکی وجہ سے مقتدیوں کو تنفر ہو، اور اگر برص ظاہر نہ ہو اور نہ مقتدیوں کو تنفر ہو تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۲۵۶ بحوالہ باب الامامت، رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۵)

مبروص (برص والے) کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، البتہ برص اس حد تک ظاہر ہو جائے کہ مقتدیوں کو نفرت اور کراہت پیدا ہو تو اسکی امامت مکروہ ہے، حوض میں وضو کر سکتا ہے کیونکہ برص میں ظاہری طور پر کوئی نجاست نہیں ہوتی، صرف جلد پر دھبے ہوتے ہیں اور مسجد کے برتن بھی وضو کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۸۶ ج ۳)

بیٹھ کر پڑھانے والے کی امامت

کھڑے ہونے والے کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض الوفات میں) بیٹھ کر امامت فرمائی ہے۔

پس اگر امام اس قدر معذور ہو کہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھانا درست ہے اور اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی نماز درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۶ ج ۳
بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۵۵)

گنجے کی امامت

سوال :۔ گنجے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور گنجے کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کی کوئی حدیث ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ گنجے کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ وہ اچھا ہوگیا ہو اور زخم اس کے سر پر نہیں رہا تو نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے۔

گنجے کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۰۱)

نابینا کی امامت کا حکم

فقہائے کرام نے ایسے نابینا کی امامت جو غیر محتاط ہو اور نجاست سے نہ بچتا ہو، مکروہِ تنزیہی قرار دی ہے لیکن یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ غیر محتاط کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا جو نابینا محتاط ہو اور نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہو اور پاک و صاف رہتا ہو اسکی امامت کو بلا کراہت جائز لکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں تشریف لے جانے کے موقع پر حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضؓ کو جو نابینا تھے مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کیلئے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمیر رضؓ باوجود نابینا ہونے کے بنی خطمہ کے امام تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں بنی خطمہ کا امام تھا۔ حالانکہ میں نابینا تھا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۶۳)

نابینا کی اقتدار مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر یہ امام نابینا، سب سے افضل ہو۔

اور مسائل سے زیادہ واقف ہو تو کوئی کراہت نہیں، بلکہ اس کو امام بنانا افضل ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۶۰)

صاحب ہدایہ نے نابینا کی امامت، مکروہ ہونے کی دو وجہ لکھی ہیں، ایک یہ کہ وہ نجاست سے نہ بچتا ہو، دوسرے یہ کہ لوگوں کو اس کی امامت سے تنفر ہو، پس اگر یہ دونوں وجہیں نہ ہوں تو امامت، نابینا کی بلا کراہت درست ہے، عبداللہ بن ام مکتوم اور عتبان رضؓ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مقرر فرمایا تھا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۱۳۷)

ڈاڑھی کٹانے والے کی امامت

سوال:- ڈاڑھی کٹانے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، بلکہ یہ دوسرے گناہوں سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ اس کے علانیہ ہونے کی وجہ سے اسمیں دینِ اسلام کی کھلی توہین ہے۔ اور اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کا اظہار و اعلان ہے، اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ تعالےٰ نے فیصلہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں علانیہ کھائے پیئے، وہ واجب القتل ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر شریعت کی مخالفت کر رہا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: "میری امت لائقِ عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والے، معافی کے لائق نہیں"۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے گناہ کسی خاص وقت میں ہوتے ہیں، مگر ڈاڑھی کٹانے کا گناہ ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے، سو رہا ہو تو بھی گناہ ساتھ ہے، حتیٰ کہ نماز وغیرہ عبادت میں مشغول ہونے کی حالت میں بھی اس گناہ میں مبتلا ہے، قومِ لوط کو عذاب دینے کی ایک وجہ ڈاڑھی کٹانا بھی تھا۔

(درِ منثور)

غرض ڈاڑھی کٹانے یا منڈالے والا فاسق ہے۔ اور فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے، اِس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص جبراً امام بن گیا یا مسجد کی منتظمہ نے بنادیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کرے، اگر نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ فاسق کے پیچھے ہی نماز پڑھ لے، کہ اس کا وبال و عذاب مسجد کے منتظمین پر ہوگا (احسن الفتاویٰ ص ۲۶۰ ج ۳)

اگر دوسرا امام اس سے بہتر مل سکتا ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ ایک مشت داڑھی رکھنے کیلئے اس سے کہا جائے اور وہ داڑھی بڑھالے تو ٹھیک ہے (کفایت المفتی ج ۳ ص ۸۷)

امدادالمفتیین میں ڈاڑھی منڈانے یا کٹوانے والے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ اور وہ واجب الاہانت ہے، اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لئے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (امدادالمفتیین ص ۲۶۱ ج ۱ بحوالہ شامی ص ۲۷۶ ج ۱ باب الامامت)

ڈاڑھی منڈانے والے کی امامت مکروہ ہے ہاں سب مقتدی ڈاڑھی منڈے ہوں تو ڈاڑھی منڈانے والا امام بن جائے۔ (کفایت المفتی ص ۵۷ ج ۳)

ڈاڑھی کٹوانے سے تائب کی امامت

سوال:- ایک شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے، اسنے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور اسنے ڈاڑھی رکھنے کا عزم کرلیا ہے، کیا اس حالت میں جبکہ وہ توبہ کرچکا ہے مگر ڈاڑھی نہیں ہے اور نہ جلدی ڈاڑھی اگانا اس کے بس کی بات ہے آیا اس کے امام بننے میں کراہت ہوگی؟

جواب:- توبہ کے باوجود ایسے شخص کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے، ایک یہ اس پر ابھی تک اثرِ صلاح نمایاں نہیں ہوا، یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ آئندہ اس کبیرہ سے احتراز کا اہتمام کرے گا یا نہیں؟

دوسری وجہ یہ کہ جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۶۲)

اس کو امام بنانا مکروہ ہے، البتہ اگر وہ خود امام بنکر نماز پڑھادے تو نماز ہو جائے گی، گو وہ ثواب نہ ملے جو متقی امام کے پیچھے پڑھنے سے ملتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۴۳)

غیر معذور کی اقتدا

سوال:- غیر معذور کی نماز، معذور کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

جواب:- درست نہیں، (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۶۴ بحوالہ ردالمحتار ص۵۴۲)

مسح کرنیوالے کی امامت

سوال:- عذر کی وجہ سے کسی عضو پر مسح کرنے والے کے پیچھے اعضاء کو دھونے والا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- پڑھ سکتا ہے[1] (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۶۴)

---

[1] کیونکہ یہ معذورِ شرعی کے حکم میں نہیں۔ وصح اقتداء متوضئ بمتیمم وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ الخ

(درمختار ص۳۹۶ ج۱ باب الامامۃ)

بواسیر میں مبتلا کی امامت

سوال:- ایک شخص کو خونی بواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت اس کے جاری رہنے کا خوف رہتا ہے. ایسے شخص کی امامت، باوجود تندرست امام کے درست ہے یا نہیں؟

جواب:- خون جاری ہونے کے خوف سے وہ شخص معذور شرعاً نہیں ہو سکتا، شرعاً معذور اس وقت ہوتا ہے کہ اس کو تمام وقتِ نماز میں اتنا موقع نہ ملے کہ وضو کر کے بغیر اس مرض کے نماز پڑھ سکے، جب کہ وہ ابھی معذور نہیں ہوا، امامت اسکی درست ہے، کچھ کراہت اس کی اس وجہ سے امامت میں نہیں ہے،

جس وقت وہ معذور ہو گا اس وقت وہ امامِ تندرست نہیں ہو سکتا، اس وقت اسکی امامت عذر کی وجہ سے بالکل ناجائز ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۰۳ بحوالہ شامی ج (۱) ص ۲۰۳ و ص (۱) ۳۸۹)

سلسل البول کے شک میں مبتلا کی امامت

سوال:- مرضِ سلسل البول تو نہیں ہے مگر عضو دبانے سے پیشاب کا قطرہ نکل آتا ہے، اور بعض وقت ایسا خیال ہوتا ہے کہ پیشاب کے قطرے نے اپنی جگہ سے خروج کیا مگر دیکھنے سے ظاہر نہیں ہوتا، ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- جس حالت میں خروجِ قطرہ نہ ہو امامؔ ہو سکتا ہے، وہم اور شک کا اعتبار نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۰۵ بحوالہ الاشباہ والنظائر ص ۷۵)

رعشہ والے کی امامت

جسکے ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۰۴)

کمزور نگاہ والے کی امامت

سوال :- ایک صاحب چالیس سال سے امامت کرتے ہیں لیکن اب تین چار سال سے انکی نظر میں فرق آگیا ہے لیکن پاکی ناپاکی کو خود دیکھ سکتے ہیں۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز مکروہ ہوتی ہے صحیح کیا ہے؟

جواب :- صورتِ مذکورہ میں امامِ مذکور کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۹۴)

حجّام کی امامت

حجّام (بال کاٹنے والا) اگر نماز کے مسائل سے واقف اور دیندار ہو تو امام بن سکتا ہے لیکن اگر وہ لوگوں کی ڈاڑھی مونڈتا ہو تو فاسق ہوگا، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ اور اگر وہ جاہل ہو اور دیندار بھی نہ ہو اور حجامت کا پیشہ کرتا ہو تو اس کو نماز نہیں پڑھانا چاہئے۔ لیکن اگر امام کی غیر موجودگی میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو تو مجبوراً اس وقت اس کے پیچھے نماز پڑھنا، تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے اسلئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید بہت زیادہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۵۷)

ہکلے کی امامت

سوال :- احقر امام مسجد ہے، کچھ مدت سے میری زبان میں لکنت آگئی ہے اور وہ بھی صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الف لام پر، جب سورۃ فاتحہ شروع کرتا ہوں تو آ آ آ ہوکر ہمزہ کی تکرار ہو جاتی ہے اور کچھ دیر بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا تلفظ ہوتا ہے اس کے بعد باقی تلاوت صاف ہوتی ہے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب :- اس بارے میں زیادہ بہتر بات یہی ہے کہ آپکی امامت میں نماز صحیح نہ ہوگی اور قابلِ اعادہ ہوگی اور الفاظ آ آ آ زیادہ قبیح اور لحنِ جلی ہے۔ آپ نماز پڑھانے کی جرأت نہ فرمائیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۳۵۲ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۵۴۴)

اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں اس طرح ہے:

صحتِ امامت کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ امام کی زبان (تلفظ) ٹھیک ہو، ایک حرف کے بجائے کوئی اور حرف نہ ادا ہو جاتا ہو۔ مثلاً ر، کے بجائے غ، س، کے ت، ذ، کے بجائے ز، یا ش، کی جگہ س، وغیرہ حروف ہجا کی آواز نکلے۔ اسی وجہ سے ایسے شخص کو الثغ، کہتے ہیں، کیونکہ الثغ، کے لغوی معنی زبان کا ایک حرف سے دوسرے حرف کی جانب مڑ جانا یا ایسی ہی کیفیت کا لاحق ہونا ہے۔

ایسے شخص پر واجب ہے کہ اپنے الفاظ کو درست کرے اور جہاں تک ہو سکے حرف کے تلفظ کو صحیح طور پر ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر پھر بھی قاصر رہے تو اس کے لئے اپنے ہی جیسوں کے علاوہ دوسروں کا امام بننا درست نہیں ہے۔ اگر کسی میں یہ خامی ہے اور اس نے اپنی زبان کی اصلاح کی کوشش نہ کی تو اسکی نماز بھی سرے سے باطل ہوگی، امام بننے کا تو ذکر ہی کیا؟

اس مسئلے میں "ہکلے" کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہی حکم اس شخص کا ہے جو

غلط طریقے سے ایک حرف کو دوسرے حرف میں مدغم کر دیتا ہو مثلاً رس، کو رت، سے بدل کر رس، کے بعد جو حرف رت، ہے اس میں ملا دے، جیسے لفظ مستقیم، کو صحیح طور پر ادا کرنے کے بجائے متقیم، کہے۔ ایسے نمازی کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنی زبان کی اصلاح میں کوشاں ہو۔ اگر (اصلاح میں) ناکامی ہو تو اس کے لئے اپنے جیسوں کا امام بننا صحیح ہوگا، اگر (اصلاح کی کوشش میں) کوتاہی کی، تو اس کی نماز بھی باطل اور امام بننا بھی باطل۔

ایک اور خامی ہے جسے (فافا) کہتے ہیں، یعنی بولنے میں بار بار حرف رف، کی آواز نکلے، یا "تمتام" ہو، یعنی بار بار رت، کا تلفظ کرنا، تو ایسے شخص کی امامت کا وہی حکم ہے جو ہکلے کا ہے، یعنی اس جیسے شخص کا مذکورہ بالا شرائط نہ ہونے پر امام بننا مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۵۸ ج ۱)

جُھکی کمر والے کی امامت

صحتِ امامت کیلئے شرط ہے کہ امام کی کمر اتنی نہ جھکی ہوئی ہو جتنی رکوع کی حالت میں ہوتی ہے، اگر امام کی کمر اتنی جھکی ہوئی ہو کہ وہ رکوع میں معلوم ہو تو پھر تندرست آدمی کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

ہاں امام اور مقتدی دونوں ایسے ہی ہوں تو پھر اسکی امامت درست ہے۔
(کتاب الفقہ ص ۶۷۳ ج ۱)

توتلے کی امامت

سوال :- ایک توتلا آدمی لے پڑھے لکھے مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا تھا، ایک رکعت کے بعد ایک عالم صاحب نماز کیلئے آئے وہ جماعت میں شریک ہوں یا نہ ہوں؟

جواب:۔ وہ عالم جو بعد میں آیا، اگر اپنی نماز علیحدہ پڑھے تو اس کی نماز بھی صحیح ہوگی۔ اور جو اُمّی پہلے سے نماز پڑھ رہے تھے انکی بھی نماز صحیح ہوگی، اگر وہ عالم اس توتلے کے پیچھے اقتداء کرے گا تو پھر کسی کی بھی نماز صحیح نہ ہوگی، نہ اس عالم کی اور نہ ان اُمیوں کی جو پہلے سے پڑھ رہے تھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۱۲ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۵)

توتلہ بعض حرفوں کے ادا کرنے پر قادر نہیں اس لیئے اسکی امامت جائز نہیں مگر اپنی طرح کے توتلوں کا اس وقت امام بن سکتا ہے جب قوم میں کوئی ایسا شخص حاضر نہ ہو جو ان حرفوں کو ادا کر سکے اور اگر قوم میں کوئی شخص ایسا موجود ہو تو توتلے امام اور ساری قوم کی نماز فاسد ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۳۴)

لنگڑے کی امامت

لنگڑے کی امامت جائز ہے مگر ایسے شخص سے عموماً طبعی انقباض ہوتا ہے اس لیئے مکروہِ تنزیہی ہے ہاں اگر وہ صاحبِ علم و تقویٰ ہو اور اس سے لوگوں کو انقباض نہ ہو تو کراہتِ تنزیہی بھی نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۵)

فتاویٰ دارالعلوم (ج ۳ ص ۱۷۷) میں لکھا ہے کہ ایسا لنگڑا جو پورے طور پر کھڑا نہ ہوسکتا ہو۔ اسکی امامت مکروہ تنزیہی ہے، اگر صحیح و سالم شخص، مسائل نماز سے واقف وہاں موجود ہو تو پھر وہی اولیٰ ہے، اگر دوسرا کوئی شخص ایسا موجود نہ ہو جو نماز کے مسائل سے واقف ہو اور یہ لنگڑا ان سے واقف ہو تو پھر امامت کیلئے وہی افضل ہے۔

بہرے کی امامت

سوال:۔ جو شخص بہرہ ہو اور بالکل نہ سنتا ہو اسکی امامت کیسی ہے؟

جواب :- بہرہ کی امامت درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۲ ج ۳)

نماز میں سونے والے کی امامت

نماز میں سونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔ البتہ اگر کوئی غلطی قرأت میں ایسی کرے جس سے معنیٰ بدل جائیں اور وہ غلطی مفسدِ نماز ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ مگر اس میں سونے والا اور غیر سونے والا برابر ہے۔

تعویذ گنڈا کرنے والے کی امامت

چونکہ آیاتِ قرآنیہ اور ادعیۂ ماثورہ سے تعویذ گنڈا کرنا درست ہے۔ اس لئے ایسا کرنے والے کی امامت میں کچھ کراہت نہیں، البتہ اس میں جھوٹ اور افترا پردازی کی خصلت موجب فسق اور معصیت ہے۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۸۲ ج ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۲۳ ج ۱)

غیر مختون کی امامت

سوال :- بغیر ختنہ ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب :-

ختنہ سنّت ہے جو شخص بلا عذر اس کو چھوڑ دے وہ تارکِ سنّت ہے اگر باوجود قدرت و وسعت کے، بدن کو غسل و استنجا کر کے پاک نہیں رکھتا۔ تب اس کو امام ہرگز نہ بنایا جائے اور اگر پاک رکھتا ہے تو پھر اس کی امامت درست ہے نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی۔ اگرچہ اس تارکِ سنّت کے مقابلے میں عاملِ سنّت کی امامت مقدم ہے، (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۵ ج ۳)

بشرطیکہ وہ اتفاقی طور پر غیر مختون رہ گیا ہو، اور ختنہ کے سنّت ہونے کا قائل ہو

(کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۰۴)

معذور کی امامت

طاہر (پاک شخص) کو معذور کی اقتدار کسی طرح جائز نہیں، ہاں معذور کو طاہر کی اقتدا جائز ہے اور ایک معذور کی اقتدار دوسرے معذور کو جائز ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، اگر دونوں کا عذر علیحدہ علیحدہ ہے تو جائز نہیں۔

اگر امام شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ طور پر وہ عذر کبھی ہو جایا کرتا ہے تو پھر اسکی امامت درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۱۰۰)

نامرد کی امامت

سوال (۱) اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نامرد ہو جائے تو اس کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟
(۲) شروع پیدائش ہی سے کوئی شخص اگر نامرد ہو تو اسکی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) اگر کوئی مانع نہ ہو تو جائز ہے۔
(۲) جائز ہے بشرطیکہ خنثیٰ نہ ہو اور خنثیٰ کی امامت عورت کیلئے جائز ہے مرد کیلئے نا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۱۰۱)

طوائف زادہ کی امامت

سوال:- ایک حافظ صاحب ہیں خوش الحان نماز روزہ کے پابند اور خلیق بھی ہیں، قرآن شریف یاد ہے لیکن ولد الزنا یعنی ایک طوائف کے لڑکے ہیں کیا ان کو

امام بنایا جاسکتا ہے، ان کے پیچھے فرض نماز اور تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اگر یہ حافظ صاحب صالح اور نیک اور معاشرت کے لحاظ سے محفوظ ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، ولد الزنا ہونا ایسی صورت میں موجب کراہت نہیں

(کفایت المفتی ج ۳ ص ٦٤)

حمل ساقط کرانیوالے کی امامت

سوال :۔ ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا دو ماہ بعد تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے تب اس حمل کو باعث رسوائی سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر پھر دوبارہ نکاح کیا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کر دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا. لیکن اگر یہ حمل نکاح کرنے والے ہی کا ہو تو اس کیلئے وضع حمل سے پہلے بھی ہمبستری درست ہے، قصداً حمل کو ساقط کرنا، ایسی صورت میں سخت گناہ ہے، اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو توبہ کرنا لازم ہے اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے. بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو، اور جب یہ صدق دل سے توبہ کرلے تو امام بنانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ٩٢)

گنڈے دار نماز پڑھنے والے کی امامت

سوال :۔ زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں مگر وہ امامت کرنے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلہ اسکی تنخواہ مقرر کر کے اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ

سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

اگر وہ خود بغیر تنخواہ کے اس نیت سے امام بنجائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک نماز کا عادی نہیں تھا فاسق تھا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی تھی، جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اسکی امامت جائز ہو گی، کچھ تنخواہ مقرر کر کے امامت کرے یا بلا تنخواہ کے دونوں حالتوں میں اسکی امامت صحیح ہے

ریائیت کا سوال تو وہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے محض قیاس سے اسکی نیت کو فاسد کہہ کر اسکی امامت کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۹۳)

نومسلمہ کے لڑکے کی امامت

سوال:- نومسلمہ لڑکا شرعی احکام سے بخوبی واقف ہو تو نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- اسکی امامت بلا کراہت صحیح ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، وہ غلطی پر ہے اس کو مسئلہ معلوم نہیں ہے،

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۲۰۳ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۰)

لُنجے کی امامتُ

سوال:- زید کا بایاں ہاتھ، بازو سے کٹا ہوا ہے، قرآن مجید کے قاری ہیں، سنت کے مطابق ان کی ڈاڑھی ہے اور علمِ فقہ میں ان کو واقفیت ہے، کیا اُن کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکتی ہے تو نماز میں کراہت ہے

یا نہیں؟

جواب:۔ چونکہ اس قسم کے معذور سے طبعًا نفرت ہوتی ہے، نیز اس کیلئے طہارت کاملہ ممکن نہیں، اس لئے دوسرے صحیح امام کی موجودگی میں اسکی امامت مکروہِ تنزیہی ہے اگر اس سے زیادہ مستحق امامت کوئی شخص موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۹ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۵)

خنثیٰ کی امامت

سوال:۔ ہجڑے کی امامت درست ہے یا نہیں، اور نماز مقتدیوں کی ہو گی یا نہیں؟ جب کہ یہ ہجڑا متبعِ سنّت و شریعت ہو اور نمازی و دیندار ہو اور ڈاڑھی بھی شریعت کے موافق ہو۔

جواب:۔ اگر اس خنثیٰ میں مرد کی علامتیں زیادہ ہیں تو اسکی امامت صحیح ہے اور اگر زنانہ علامتیں زیادہ ہوں یا دونوں علامتیں برابر ہوں تو اس کا امام بننا صحیح نہیں، بلکہ ہمجنس کا بھی امام نہیں بن سکتا، البتہ اس کے پیچھے عورتوں کی اقتدا درست ہے، (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۷۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۴۷)

زیرِ ناف کے بال نہ بنانے والے کی امامت

سوال:۔ اگر کوئی شخص موئے زیرِ ناف بوجہ کمزوری کے، نہ بنائے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نماز اسکی صحیح ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۷۱) اگر معقول عذر نہ ہو تو ہر جمعہ کو صاف کرنا چاہیئے اور چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (ردالمحتار کتاب الحظر ج ۵ ص ۳۵۸)

پوپلے کی امامت

سوال :- جس کے منہ میں ایک بھی دانت نہ ہو، جس کی وجہ سے حروف کی ادائیگی برابر نہ ہو یا جسکے پاؤں کی انگلیاں اِدھر اُدھر رہتی ہیں اور اچھا شخص مل سکتا ہے تو امامت کیسی ہے ؟

جواب :- سب صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو بنائیں جس سے مقتدیوں کو نفرت نہ ہو اور وہ امام صالح نماز کے مسائل سے واقف ہو اور قرآن شریف اچھا پڑھتا ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ (۱) ص ۱۲۲ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ (۱) ص ۵۲۰ باب الامامت)

مصنوعی دانت والے کی امامت

مصنوعی دانت والے کی امامت درست ہے، اس لئے دانت لگوانا، فقہا نے درست لکھا ہے، خواہ چاندی کا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ امام محمدؒ، سونے کا دانت لگوانا بھی درست کہتے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۲۰۶ بحوالہ ردالمحتار کتاب الحظر ص ۳۱۸ ج ۵)

قاتل کی امامت

سوال :- قاتل سے قصاص نہیں لیا گیا، اور نہ مقتول کے ورثا سے خون معاف کرایا گیا، قاتل نے فقط توبہ کرلی، اور حق العباد ادا کرنے کی ذمہ داری اسکے سر باقی رہی، جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جائے گا، یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی یا نہیں ؟

جواب :- درِ مختار میں ہے کہ قاتل کی صرف توبہ و استغفار کافی نہیں ہے، جب تک مقتول کے وارث معاف نہ کر دیں۔ تفصیل ردالمحتار باب الجنایات ص ۳۴۴ ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

اس سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ محض توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہ ہوگا اور فاسق رہیگا اور نماز اسکے پیچھے مکروہ ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۱۲)

عورتوں کا امام بننا

صحتِ امامت کیلئے ایک شرط (امام کا) حقیقی معنوں میں مرد ہونا ہے لہٰذا عورت

اور خنثیٰ مشکل (یعنی ایسا مخنث جسکی جنس متعین نہ کی جا سکے) کا امام بننا جب کہ اس کے پیچھے مرد مقتدی ہوں، درست نہیں ہے، لیکن اگر عورتیں مقتدی ہوں تو ان کی امامت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کوئی عورت یا مخنث اپنی جیسی عورتوں کی امام بنے تو درست ہے، (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۶۵۳)

امام کے عاقل ہونے کی شرط

صحت امامت کی شرائط میں سے ایک شرط عقل ہے، لہٰذا فاتر العقل کی امامت، اگر اس کو جنون سے افاقہ نہیں ہوتا تو درست نہ ہوگی، البتہ اگر اسکی حالت ایسی ہے کہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے اور کبھی جنون لاحق ہو جاتا ہے تو افاقہ کی حالت میں اسکی امامت صحیح ہوگی۔ اور جنون کی حالت میں بالاتفاق باطل ہوگی۔

(کتاب الفقہ ج ۱ ص ۶۵۴)

خواندہ شخص کا اَن پڑھ کی اقتدا کرنا

امامت کے صحیح ہونے کی ایک شرط ہے کہ اگر مقتدی خواندہ ہے تو امام (بھی) خواندہ ہو۔ ناخواندہ شخص کا خواندہ کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور (خواندہ ہونے کی) شرط یہ ہے کہ امام اتنی قرأت سے واقف ہو کہ جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوسکتی۔ پس اگر کسی گاؤں کا امام اتنی قرأت جانتا ہے جسکے بغیر نماز نہیں ہوسکتی تو تعلیم یافتہ کیلئے جائز ہے کہ اسکے پیچھے نماز پڑھ لے، لیکن اگر وہ اُمّی (قطعاً ناخواندہ) ہے تو اس کے لئے اپنے جیسے ناخواندہ کا امام بننے کے علاوہ کسی اور کا امام بننا درست نہیں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی خواندہ شخص ان کے ساتھ شریک جماعت ہو یا نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۶۵۴)

امامت کیلئے صحتمند ہونے کی شرط

صحت امامت کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ امام کسی معذوری میں مبتلا نہ ہو (یعنی کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جس سے اس کا شمار شرعی معذوری میں ہو) مثلاً سلسل البول یعنی پیشاب کا نہ رکنا۔ دائمی پیچش میں مبتلا ہونا۔ ریاح کا مسلسل خارج ہوتے رہنا اور نکسیر کا جاری رہنا وغیرہ۔ پس اگر امام ان میں سے کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کیلئے ایسے اشخاص کی امامت صحیح نہیں ہے جن کو یہ مرض لاحق نہ ہو، لیکن اپنے جیسے معذوروں کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی امام والے مرض میں مبتلا ہوں۔

اگر امراض مختلف ہیں، مثلاً ایک پیشاب کا مریض ہے اور دوسرے کی نکسیر جاری ہے تو ان میں سے ایک کیلئے دوسرے کا امام بننا درست نہیں۔

(کتاب الفقہ ص ۶۵۵/۱)

دورانِ عدت نکاح پڑھانیوالے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح پڑھایا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

جواب:۔ اگر باوجود علم کے ایسا نکاح پڑھایا تو نکاح پڑھانیوالا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گنہگار ہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے، اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے دوسرے کو امام بنانا چاہیئے تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرلے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۱۴)

رہن سے فائدہ اٹھانیوالے کی امامت

شامی کی تحقیق یہ ہے کہ نفع اٹھانا مرہونہ زمین سے سود میں داخل ہے اور کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبوٗا میں داخل ہے پس جو شخص اس فعلِ حرام کا مرتکب ہوگا وہ عاصی و فاسق ہوگا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے،

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۱۱ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳ باب الامامت)

زمین مرہونہ کا نفع، مرتہن کو لینا صحیح نہیں ہے کہ سود میں داخل ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا ممنوع ہے، نماز اس کے پیچھے اگرچہ بکراہت ادا ہو جاتی ہے لیکن مستقل دائمی امام نہ بنانا چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۲۱۹ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۳)

عاق کی امامت

حدیث شریف میں ہے "صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ"، پس عاق بھی مسلمان ہے کافر نہیں اسلیے نماز اس کے پیچھے صحیح مگر مکروہ ہے کیونکہ عاقِ والدین اور عاقِ استاد فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۲۲ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۳)

کم تولنے والے کی امامت

ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے، اس حالت میں اسکے پیچھے نماز مکروہ ہے، محلہ والوں کو چاہیئے کہ اسکو معزول کر کے کسی لائق تر امام کو امام بنائیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۶۱ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۵)

سفید بال اکھڑوانے والے کی امامت

سوال :- امام صاحب اپنی داڑھی کے سفید بال اُکھڑوا دیتے ہیں اُن کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ فعل اچھا نہیں ہے مکروہ ہے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۱ بحوالہ ابو داؤد کتاب الترغیب ص ۱۹۶)

مرتکبِ کبائر کی امامت

سوال :- ایک امام صاحب اکثر محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں نیز بہت باتوں میں جھوٹ بولنا بھی ثابت ہوا ، پاک عورت پر زنا کی تہمت لگائی ، اور بھی بعض باتیں ناقابلِ ذکر ہیں کیا ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا یا نہیں ؟ اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے ؟

جواب :- غیبت کرنا کسی پاک دامن پر تہمت لگانا وغیرہ گناہ کبیرہ ہے ایسے امور کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے ، اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیئے ۔ بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیئے ۔ اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اسکی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی ۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے ، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کر دیا جائے ۔

اور اگر اسکی علیحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد

میں نماز پڑھ لی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۳ ص۱۰۶، بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص۴۸۳)

بلا ٹوپی و عمامہ والے کی امامت

سوال:۔ ایک امام صاحب کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی صرف ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھ رکھی تھی ایک مقتدی نے امام صاحب سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے۔

امام صاحب نے کہا میں اسی طرح پڑھاؤں گا جسکی مرضی ہو پڑھے اور جسکی مرضی نہ ہو نہ پڑھے اسکے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے ہمزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہیئے۔ تاہم فریضہ صورتِ مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ص۱۱۴/۲)

جُنبی کی امامت

سوال:۔ اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں امامت کرے تو اُس کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو بھی غارت کرتا ہے۔ اگر اس طرح نماز پڑھنے سے نماز کا استخفاف مقصود ہے تو یہ کفر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص۶، بحوالہ شامی ج ۱، ص۵۵)

جاہل چور کی امامت

سوال:۔ زید امام ہے، صرف حافظ ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے، اور اگر موقع ملے تو

چوری بھی کرلیتا ہے، غسّالی اسکا پیشہ ہے نکاح سابقہ پر دیگر نکاح کرادیتا ہے، مسجد میں رہتا ہے تو نماز پڑھ لیتا ہے، ورنہ قضا کردیتا ہے، قوم کو اس سے نفرت ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ اگر واقعی یہ امور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ بہتر شخص کو امام بنانا چاہیئے، اگر یہ شخص ان امور سے توبہ کرلے اور آئندہ ایسی ممنوعات نہ کرے نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اسکی امامت منع نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۰۵)

فیشن پرست کی امامت

سوال:۔ ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، ڈاڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کا از خود امامت کیلئے مصلّے پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب:۔ جس شخص کے سر کے بال، ڈاڑھی، لباس، خلافِ شرع ہوں اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں نہ وہ خود امامت کیلئے مصلّے پر جائے۔ چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۷۷ بحوالہ ردالمحتار ا ص ۳۷۷)

اگر حافظ (امام) اپنی قبیح عادتوں کے چھوڑ دینے کا عہد کرے تو امام تراویح بنا سکتے ہیں۔ اور اگر انکار کرے تو پھر ایسا شخص امامت کے منصب کے لائق نہیں اور اسوجہ سے اگر نمازی اس سے ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی حق ہوگی، حدیث میں ہے "شرعی سبب سے اگر نمازی امام سے ناراض ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مقبول نہیں ہوتی"! اگر حافظ اپنے طرزِ زندگی کو بدلنے کیلئے تیار ہو تو اسکو

امام بنایا جاسکتا ہے، ورنہ امامت کا مقدس منصب اس کے سپرد نہ کیا جائے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۷۱ بحوالہ درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۲۲)

فاسق کی امامت

سوال:- زید ایک جگہ امامت کرتا ہے وہ افعالِ قبیحہ میں شرکت کرتا ہے مثلاً ناچ دیکھنا سینما دیکھنا۔ گندے اور فحش مذاق کرنا، دین کا مذاق اڑانا وغیرہ وغیرہ، کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اسکی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:- ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔
(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۷۷ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۳۷۶)

بچّے کی امامت

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغ کو نفل نماز میں بھی اقتدا کرنا صحیح نہیں اگر ایسا کر لیا گیا ہے تو نفل کا اعادہ احتیاطاً کر لیا جائے"
(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۷۷)

فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۱۵ پر یہ مسئلہ اسطرح ہے "حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نابالغ کی اقتدا بالغین کو فرض و نفل کسی میں درست نہیں ہے۔ پس تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوگی یہی مذہب صحیح حنفیہ کا ہے اور بالغ پندرہ سال کی عمر میں شمار ہوگا، بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہوئی، لہذا جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔"
ویسے بچّہ کا نفلوں میں قرآن سنا ہی سنتے رہیں، یعنی وہ لڑکا نفل کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور سننے والے ویسے ہی بیٹھ کر اس کا قرآن شریف

سنتے رہیں، اور جب پندرہ سال کا ہو جائے تو امام تراویح بنادیں"
(بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۵۳۹)

بچے کی تراویح صرف نفل ہے اور بالغ کی سنتِ موکدہ۔ دوسرے بچے کی نفل شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی اور بالغ پر واجب ہو جاتی ہے، پس بچّے کی نماز ضعیف ہوگی اسپر بالغ کی قوی نماز کا بنا کرنا خلافِ اصول ہونے کے سبب جائز نہیں رہے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج۱ ص۳۶۱)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ نابالغ کو تراویح کیلئے امام بنانا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۳۵۰)

امامت کا مستحق

سوال:- عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ پڑھاتے ہیں وہ پڑھائیں، اور بعض کا اصرار حافظ کیلئے ہے اور کہتے ہیں کہ حافظ کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی آخر کار نماز امام صاحب نے پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے، اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:- تفرقہ مسلمانوں میں بُرا ہے، نماز حافظ کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے پیچھے بھی۔ نفسانیت بُری ہے جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیحدہ ہوا، اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا، اس نے برا کیا اور گنہ گار ہوا، توبہ کرے، اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہیئے، اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۹۲)

(فائدہ میں عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ منفقہ طور پر امام کا انتخاب ہو تاکہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے، لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو

کثرتِ رائے پر فیصلہ کرنا چاہیئے، اور پھر سب ہی کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرلینا چاہئیے)

امامت میں شیخ وسیّد کی تخصیص نہیں

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے شیخ وسید کی تخصیص نہیں ہے، شیخ وسید کی نماز غیر شیخ وسیّد کے پیچھے ہو جاتی ہے امام کو امامت کا لائق ہونا چاہیئے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے جو شخص نماز کے مسائل سے واقف ہو اور متقی ہو وہ ہی زیادہ حق دار امامت کا ہے خواہ سیّد ہو، یا دکاندار ہو، یا بوڑھا ہو یا جوان ہو، غرضیکہ کوئی بھی پیشہ والا ہو، (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۲۱۹ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۳)

جس امام سے بعض مقتدی ناراض ہوں اسکی امامت

کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کوئی نقص نہ ہو تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے۔

اور اگر امام میں کچھ شرعی نقص ہو اور مقتدی اس وجہ سے ناخوش ہوں تو امام کے اوپر مواخذہ ہے اور اس کا امام بننا مکروہ ہے۔

اگر امام میں کوئی خلل یا نقص نہ ہو اور مقتدی بلا وجہ اس سے ناراض ہوں تو اس کا گناہ اُن مقتدیوں پر ہی ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۲ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۲)

غیر صالح اولاد والے کی امامت

"اگر کوئی شخص خود صالح اور لائق امامت ہو، تو اسکی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ احق بالامامت ہے" (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۰۳)

جس امام کی بیوی ساڑی باندھتی ہو اسکی امامت

پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۰۳ ج۳)

لڑکی کی شادی پر روپیہ لینے والے کی امامت

لڑکی کے والدین کو شوہر سے یا شوہر کے والدین سے کچھ روپیہ لینے کو فقہا نے رشوت اور حرام لکھا ہے پس اس روپیہ کو واپس کرنا ضروری ہے اور توبہ اسکی یہی ہے کہ روپیہ واپس کردے، اگر روپیہ واپس نہ کیا تو فاسق رہا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے اور فاسق امام بنانے کے لائق نہیں ہے، اس کے اور اسکے معاونین کے پیچھے نماز اگرچہ ہوجاتی ہے، لیکن مکروہ ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۲۶ بحوالہ ردالمحتار (۱) ص۵۲۳ باب الامامت)

مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنیوالے کی امامت

(مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنا) یہ صریح خیانت ہے، اور ضمان اسکے ذمہ لازم ہے، اور اگر وہ امام توبہ نہ کرے اور ضمان ادا نہ کرے تو امام رکھنے کے لائق نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۱۶۸ بحوالہ ردالمحتار ج۱ ص۵۲۳)

شیعہ کی امامت

شیعہ کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی، چونکہ اُن کے بعض عقائد ایسے ہیں جو

موجب کفر ہیں، لہذا اس صورت میں نماز کا صحیح نہ ہونا امر یقینی ہے، اور اگر شیعہ غالی نہ ہو تب بھی احتیاط لازم ہے کہ عقیدہ امر مخفی ہے اور سب شیخین ہے جو عند البعض کفر ہے، اور قذفِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بالاتفاق کفر ہے، کوئی شیعہ خالی نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۰۲)

موچی، غسّال، اور نو مسلم کی امامت

موچی، غسّال اور نو مسلم کے پیچھے نماز درست ہے اور محض اس وجہ سے انکی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے البتہ اگر کوئی دوسری وجہ کراہت کی ہو تو نماز انکے پیچھے مکروہ ہوگی، اور بہتر امامت کیلئے وہ شخص ہے جو مسائلِ نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، اور صالح ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۴۸/۳ و ص۱۶۰/۳ بحوالہ ردالمحتار ج۱ ص۵۲۱)

مردہ کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین کرنے سے امامت میں خرابی نہیں آتی لیکن اہل محلّہ کیلئے نہایت بری اور شرم کی بات ہے کہ وہ اپنے امام سے ایسے کام لیتے ہیں جن کو خود کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذلّت کا کام سمجھتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ غسلِ میت وغیرہ میں خود بھی حصّہ لیں اگر نہ جانتے ہوں تو امام سے سیکھ لیں اس کو ذلت کا کام نہ سمجھیں، کیونکہ میّت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے اور ثواب کا کام ہے، (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۷۲)

غیر مقلد کی امامت

سوال:۔ غیر مقلد کے پیچھے مقلد مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ غیر مقلد امام اگر رعایت اس امر کی کرتا ہے کہ وہ امر نماز میں نہ کرے جس

سے حنفی کی نماز فاسد یا مکروہ ہو اور متعصب نہ ہو تو اقتدار اسکی درست ہے،

(فتاویٰ دار العلوم ص ٣٠٨ بحوالہ درمختار ج ١ ص ٥٢٦)

منکرینِ حدیث کی امامت

قادیانی فرقہ جو کہ حدیث کا منکر ہے وہ کافر ہے ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور غیر مقلدوں کا فرقہ جو کہ اپنے آپکو اہلِ حدیث کا کہتا ہے وہ بھی درحقیقت اہلِ حدیث نہیں ہیں، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، امام عالم حنفی کو مقرر کرنا چاہیئے (فرقہ منکرینِ حدیث کی امامت بھی درست نہیں ہے علماء نے ان کے کافر ہونیکا فتویٰ دیدیا ہے) (فتاویٰ دار العلوم ص ١٤٦ بحوالہ عالمگیری کشوری باب الامامت ج ١ ص ٨٦)

گانا بجانے والی کے شوہر کی امامت

اگر امام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہوں اور پھر نہیں روکتے تو وہ لوگ گناہ گار ہیں، ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں۔ اگر وہ روکنے پر قادر نہیں، یا روکتے ہیں، لیکن عورتیں نہیں مانتیں، تو پھر ان پر عورتوں کے ان افعال کا گناہ نہیں اور اس صورت میں انکی امامت میں بھی اس سے کراہت نہیں آتی، البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے، بلکہ عورتوں کے افعال مذکورہ (ناچ، گانا وغیرہ) کو اچھا سمجھتے ہیں تو ان کی امامت منع ہے بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو، اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو مقاطعہ کرنا مناسب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ٤ ص ٥٩)

نامحرموں سے پردہ نہ کرنیوالی کے شوہر کی امامت

سوال: ۱ زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی ہے بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں اور زید کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے، یا مکروہ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہیئے، اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو تو پھر بھی تشدد کرے یا نہیں؟

۲ اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی عمر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی اگر زید کی بیوی عمر سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمر کو بھی ہوگا یا نہیں؟

جواب: ۱ چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے، اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو وہ گنہ گار ہے اور زید کو منع کرنا ضروری ہے، اگر منع نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا، زید کو تشدد کرنا اور اپنی بیوی کو پردہ نہ کرنے پر شرعاً مارنا بھی درست ہے، اگر ناقابلِ برداشت فساد کا خیال ہو اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے، اور بلا تشدد کے وہ نہ مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں اوّل صورت میں زید کی امامت مکروہ ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو، ثانی صورت میں زید کی امامت مکروہ نہیں۔

۲ پردہ ہر حال میں ضروری ہے خواہ اندیشۂ فساد ہو یا نہ ہو، مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کر دیا ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔

اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی بیوی کیلئے مستقل مکان کا انتظام کرنا ضروری ہے جس میں اسکا بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو، اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے

اور زید کی بیوی باوجود کوشش و فہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اسکا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ صـ۹۹ بحوالہ خیریہ صـ۱۱۸)

جس کی عورت بے پردہ ہو اسکی امامت

اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس کے اس فعل (بے پردگی) سے راضی نہ ہو مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو امام پر اسکا مواخذہ نہیں ہے اور اسکی امامت جائز ہے۔ (کفایت المفتی جـ۳ صـ۸۰)

اگر اس امام کی بیوی شرعی طور پر پردہ نہیں کرتی اور وہ بے پردگی سے نہیں روکتا، بلکہ اس کے اس فعل سے خوش ہے اور اس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہے تو ایسی حالت میں اس کو امام بنانا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا شخص شرعاً فاسق ہوتا ہے اگر وہ (امام) بے پردگی سے روکتا ہے اور بیوی نہیں مانتی تو امامت مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جـ۷ صـ۸۴)

جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اسکی امامت

سوال:۔ جس نے اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم اشخاص کے یہاں رکھ رکھا ہو اور اگر اس کو سمجھایا جاتا ہے تو گمراہی کے چند الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے۔ ایسی شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ نامحرم اشخاص سے پردہ فرض ہے اور نامحرم کے ساتھ خلوت حرام ہے پس اگر شخص مذکور اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم سے پردہ کرانے پر قادر ہے لیکن پھر بھی نہیں کراتا تو گنہ گار ہے اس کو اپنے اس فعل سے

بچنا ضروری ہے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو شخص مذکور کو امام نہ بنایا جائے، ایسی حالت میں اس کی امامت مکروہ ہے، اور دوسرے اہل شخص کو امام بنانا چاہیئے۔ اور خاص کر جب کہ سمجھانے پر گمراہی کے الفاظ بھی زبان سے نکالتا ہو ایسی حالت میں اسکی امامت سے زیادہ احتراز کرنا چاہیئے، گو ان الفاظ پر جب تک انکی تعیین نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۰۱)

ضد میں طلاق دینے والے کی امامت

سوال:- ایک شخص نے مولوی عالم ہو کر اپنی عورت کو محض اس وجہ سے طلاق دی کہ میرے بہنوئی نے میری بہن کو طلاق دی ہے یعنی ایک کی بہن دوسرے کو بیاہی تھی، جب پہلے اس نے مولوی صاحب کی بہن کو طلاق دے دی تو مولوی صاحب نے بھی ضد میں اسکی بہن کو طلاق دیدی ہے پھر علاوہ ازیں مہر خرچ نہیں دیتا تو ایسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنا اور سلام طعام کا معاملہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب:- جو لوگ اس ظلم یا اس سے بڑے ظلم (حق اللہ یا حق العباد کے تلف کرنے میں) ملوث نہ ہوں انکو چاہیئے کہ ایسے شخص کو اپنی نماز کیلئے امام نہ تجویز کریں۔ سلام طعام وغیرہ ترک کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کو اصلاح پر آمادہ کریں ورنہ آج کل سلام و طعام ترک کرنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے خاص کر اہلِ علم حضرات جن کا کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق نہ ہو، اور وہ خود فکرِ اصلاح سے خارج ہوں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۷۸)

رکوع وسجود جلدی کرنیوالے کی امامت

سوال :- جو نماز میں اسقدر جلدی کرے کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہ کرسکیں. تو ایسے امام پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب : اتنی جلدی کرنا مکروہ ہے امام کو مقتدیوں کی رعایت اسقدر چاہیئے جس سے وہ لوگ بھی کم از کم تین تین مرتبہ رکوع سجدہ میں تسبیحات کہہ لیں، (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۰۸)

بدعتی کی امامت

سوال :- کیا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے؟

جواب :- آج کل کے فرقۂ مبتدعہ کے عقائد حدِ شرک تک پہونچے ہوئے ہیں، اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی بدعتی شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو بلکہ موحد ہو، صرف تیجہ چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلا ہو اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے،

کوئی صحیح العقیدہ امام مل جائے تو بدعتی کی اقتدار میں نماز نہ پڑھے، ورنہ اسی کے پیچھے پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے، بدعتی کی اقتدار میں پڑھی ہوئی نماز اگرچہ مکروہِ تحریمی ہے مگر واجب الاعادہ نہیں،

یہ ایسے بدعتی کا حکم ہے جو مشرک نہ ہو، شرکیہ عقائد رکھنے والے کا حکم لکھا ہے کہ اس کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی،

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۰)

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت

سوال :- جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے قرآن سننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر فرائض میں صحیح العقیدہ امام میسر نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لیں۔

مگر تراویح بہر کیف اسکی اقتدا میں نہ پڑھیں صحیح امام نہ ملے تو تنہا پڑھ لیں

(احسن الفتاوی ج۳ ص۲۹۱)

خضاب لگانیوالے کی امامت

سوال :- جو حافظ صاحب ڈاڑھی کو خضاب لگاتے ہیں کیا وہ تراویح کی نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب :- سیاہ خضاب لگانے فاسق ہے، لہٰذا ایسے امام کی اقتدا میں تراویح پڑھنا مکروہِ تحریمی[۱] ہے، صالح امام نہ ملے تو تراویح تنہا پڑھ لیں۔

(احسن الفتاوی ج۳ ص۲۹۴)

سینما دیکھنے والے کی امامت

سوال: ایک حافظ صاحب سینما اور ناٹک دیکھنے اور ناچ گانے کے بھی بہت شوقین ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[۱] صحیح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے۔

جواب: جو شخص سینما دیکھتا ہو اور ناچ گانے کی محفلوں میں شرکت کرتا ہو ایسا شخص منصب امامت کے قابل نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

اگر توبہ نہ کرے اور امامت بھی نہ چھوڑے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھنی چاہیئے، اگر دوسری مسجد نہ ہو تو تنہا پڑھنے کے بجائے اُسی امام کے پیچھے پڑھ لے اسلیئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید زیادہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۳۴۵ بحوالہ شامی باب الامامت ج۱ ص۵۲۵)

ٹیلیویژن دیکھنے والے کی امامت

سوال:۔ کیا ایسے امام کی اقتدار کرنا جو کہ ٹیلیویژن دیکھتا ہو جائز ہے؟

جواب:۔ ٹیلیویژن دیکھنا ناجائز ہے اور ایسے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے مگر نماز ہو جائے گی، لوٹانا ضروری نہیں، (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۸۴)

جسکے یہاں شرعی پردہ نہ ہو اسکی امامت

سوال:۔ اگر امام صاحب کی بیوی پردہ نہ کرے تو اسکی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جس شخص کے یہاں شرعی پردہ کا اہتمام نہ ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۹۰)

اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس فعل سے راضی نہ ہو، مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو امام پر اس کا مواخذہ نہیں، اور اس کی امامت جائز ہے (کفایت المفتی ص ۸۳)

خصّی کی امامت

سوال:۔ جس شخص کو جبراً خصّی کیا گیا ہو اسکی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ خصّی سے طبعاً قدرے انقباض ہوتا ہے، اسلیئے اسکی امامت مکروہ تنزیہی ہے

البتہ اس سے زیادہ مستحقِ امامت موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔
(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۸۶)

ہیجڑے کی امامت

ہیجڑا جب عالم باعمل ہو اور باقی سب جاہل ہوں تو اسکی امامت جائز ہے
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۳ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۳)

نسبندی کرانے والے کی امامت

مکرم و محترم جناب مفتیانِ کرام دارالعلوم، بعد سلام مسنون
مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل عنایت فرمائیں:

(۱) نسبندی کرانے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(۲) اگر امام کی نسبندی زبردستی کردی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(۳) امام نے نسبندی خود تو نہیں کرائی، لیکن اپنی بیوی کی کرائی تو اس امام کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱) توبہ سے پہلے مکروہِ تحریمی ہے اور توبہ کے بعد بلاکراہت درست ہے۔

(۲) و (۳) دونوں صورتوں میں بعد توبہ و استغفار اسکی امامت بلاکراہت درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم
کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند
۹/۱/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند

نسبندی کے باوجود آدمی مرد ہی باقی رہتا ہے عورت یا مخنث کے حکم میں نہیں ہو جاتا۔ اس لئے امامت کے مسئلے میں بھی اس کے احکام عام مردوں کے ہیں۔

اس کی امامت درست اور جائز ہے اگر اس کی نسبندی جبراً کی گئی ہے تو اب اس کا قصور بھی نہیں اور اگر اس نے از خود رضا اور رغبت سے کرائی ہو تو موجب فسق ہے۔

توبہ اور ندامت کے بعد کراہت ختم ہو جائے گی، جب تک تائب نہ ہو چونکہ نسبندی ناجائز ہے اور خلق اللہ میں تبدیلی ہے اس کے فاسق ہونے کے باعث اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ (جدید فقہی مسائل ص۵۹)

دیوانے کی امامت

جنون اور دیوانگی ایسی ہو کہ کسی وقت اسکو ہوش نہ آئے اور ایسی حالت میں نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اگر نماز پڑھانے کے وقت ہوش میں ہو تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۳۰۱ بحوالہ شامی ج۱ ص۶۰۴)

جماع پر غیر قادر کی امامت

سوال:- مخنث امام نہیں ہو سکتا، لیکن اگر کوئی شخص امراض کی وجہ سے ناقابلِ جماع ہو جائے تو یہ شخص امام ہو سکتا ہے یا نہیں، جبکہ جماعت میں یہی شخص صاحب فضل و کمال ہے۔

جواب:- عنّین یعنی نامرد کی امامت صحیح ہے نامرد کا حکم خنثیٰ کا سا نہیں ہے لہٰذا معذور مذکور کی امامت صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۲۰۰)

اسی موقع پر حاشیے میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ خنثیٰ کی امامت تو اس لئے درست نہیں ہے کہ اس کے عورت ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور عنین (نامرد) میں اس طرح کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔"

وہم کی وجہ سے امامت چھوڑے یا نہیں؟

سوال :- میں عرصہ سے امامت کرتا ہوں، اب مجھکو وہم سا ہونے لگا ہے کہ وضو ٹوٹ گیا ہوگا اس وجہ سے قلب کے اندر یہ تقاضا ہے کہ امامت سے علیحدہ ہو جاؤں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :- وہم پر کچھ کاربند نہیں ہونا چاہیئے اور ایسے وسوسے کو دفع کرنا چاہیئے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ اکثر پڑھتے رہیں اور جب تک یقین، وضو ٹوٹنے کا نہ ہو اس وقت تک کچھ التفات اس طرف نہ کرنا چاہیئے اور امامت کرنا چاہیئے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ "جب تک حدث (ریح خارج ہونے) کی آواز یا بدبو معلوم نہ ہو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا" (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۲۲ بحوالہ مشکوٰۃ باب مایوجب الوضوء)

جو نمازیں اسنے پڑھائی ہیں اگر ان میں ریاح خارج ہونے کا یقین نہیں تو نمازیں سب کی ہو گئیں (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۲۴ ج۳)

سوزاک والے شخص کی امامت

سوال :- ایک امام کو مرضِ سوزاک ہے، دھبّہ برابر آتا رہتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب :- اگر وہ شخص عذر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور معذور ہو گیا ہے کہ ہر وقت دھبہ آتا ہے

کوئی وقت نماز کا خالی نہیں رہتا ہے تو اس کے پیچھے نماز غیر معذورین کی صحیح نہیں ہوگی اس کو امام نہ بنایا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۳۰۹ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۴۱)

مُسافر کی امامت

سوال:- امام مسافر اگر چار رکعت پوری پڑھ لے تو مقتدی جو مسافر نہیں، ان کی نماز اس کے پیچھے صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: امام کی آخری دو رکعت نفل ہیں، اور مقتدی کی فرض، اور فرض پڑھنے والے کی اقتدار نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہ ہوگی اس لئے مقتدیونکی نماز صحیح نہ ہوگی،

البتہ اگر مقتدی آخری دو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں، امام کی اقتدار ملحوظ نہ رکھیں تو ان کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۴)

انعامی بونڈ رکھنے والے کی امامت

سوال:- کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے جو پرائز بونڈ رکھے اور اس پر انعام کی رقم وصول کرے، اور انعام سودی رقم سے تقسیم ہوتے ہیں۔

جواب:- انعامی بونڈ، سود اور قمار کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اس لئے انعامی بونڈر رکھنے والا فاسق ہے اور اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۷)

نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والے کی امامت

سوال:- جو شخص نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملاتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والا فاسق ہے، اس لئے اسکی امامت مکروہِ تحریمی ہے، (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۹)

بینک ملازم کی امامت

سوال:۔ اوقاف کے ملازم ائمہ جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے، نیز بینک ملازم حفاظ و قرار ڈاڑھی خور کی امامت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ یہ ڈاڑھی خور بینک میں ملازمت کی وجہ سے سود خور بھی ہے، ان دو گناہوں میں سے ہر ایک موجبِ فسق ہے، اسلئے اسکی امامت مکروہِ تحریمی ہے (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۳)

ابرص اور جذامی کی امامت

جس کو برص ہو اور برص بھی معمولی نہ ہو بلکہ بدن میں پھیلا ہوا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اسکو امام بنانا مکروہ ہے۔

جذامی کا درجہ تو اس معاملے میں ابرص سے بڑھا ہوا ہے کہ جذام اگر پھیلا ہو ہو اور ہر وقت ٹپکتا ہو تو ایسے شخص کو مسجد میں آنا منع ہے اس سے جماعت بھی ساقط ہے اور وہ امام بھی نہیں بنایا جا سکتا۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۸۲ بحوالہ ردالمحتار ج (۱) ص ۳۷۸

وبحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۴۱)

سود خور کی امامت

سوال:۔ سود خور اور ڈاڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور انکو امام بنانا درست

ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔
(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۹۲ بحوالہ درِمختار ج ۱ ص ۳۷۶)

مرتکب مکروہ کی امامت

سوال:۔ مکروہات کے مرتکب اور سنت و مستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسی ہوگی
جواب:۔ مکروہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۹۴ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۴۵ مصری)

قوّالی سننے والے کی امامت

اگر کوئی امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہو تو قوّالی سننے والے اور عرس میں شریک ہونے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۹۴ بحوالہ طحطاوی ج ص ۲۴۵ مصری)

اگلی پشت میں خراب نسب والے کی امامت

اگر اولاد صالح ہو اور قابل امامت ہو مثلاً یہ کہ عالم ہو مسائل شریعت سے واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے، بلکہ افضل ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۳۰ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۵۱۵)

متہم بالزنا کی امامت

سوال: ایک عورت اپنی زبان سے کہتی ہے کہ فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ

شخص انکار کرتا ہے، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:- عورت کے کہنے سے مرد پر زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اسکی امامت میں کچھ کراہت نہیں آتی (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۱۸)

ولدالزنا کی امامت

ولدالزنا، والد کے نہ ہونے کی وجہ سے صحیح تربیت یافتہ نہیں ہوتا ہے نیز اس سے طبعاً انقباض ہوتا ہے اس لئے اسکی امامت مکروہِ تنزیہی ہے۔

اور اگر اس میں یہ علت کراہت نہ پائی جائے بلکہ وہ عالم متقی ہو تو کراہت باقی نہ رہے گی بلکہ دوسروں کی نسبت اسکی امامت افضل ہے، اور یہی حکم دوسرے دینی مناصب کا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۵ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳)

طوائف کے گھر پرورش یافتہ بچہ کی امامت

سوال:- ایک بچہ کے والدین بچپن میں مر گئے اس نے طوائف کے گھر پرورش پائی، قرآن شریف بھی پڑھ لیا، وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- وہ لڑکا جس نے طوائف کے گھر پرورش پائی ہے اگر اس نے قرآن شریف پڑھ لیا ہے، اور مسائلِ نماز سے واقف ہے تو اسکی امامت بلا کراہت درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۹۱)

زانی تائب کی امامت

زانی اگر تائب ہو جائے اور پچھلے افعالِ شنیعہ سے توبہ کرلے اور اکثر نمازی

اسکی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۹۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب التوبہ ص ۲۰۶)

غیر شادی شدہ کی امامت

سوال :۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جسکا نکاح نہ ہو اسکی امامت جائز نہیں، جب کہ امام صاحب یوں کہتے ہیں کہ میں علمِ دین حاصل کر رہا ہوں، فارغ ہونے کے بعد نکاح کروں گا۔ کس کی بات صحیح ہے؟ غیر شادی شدہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ امامت صحیح ہونے کیلئے امام کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے اگر وہ پاکبازی کی زندگی گزار رہا ہو اور علم دین حاصِل کرنے میں مشغول ہو۔ اور تعلیم پوری کر کے شادی کیلئے کہتا ہو تو کیا بُرا ہے؟

جو لوگ خواہ مخواہ پیچھے پڑے ہیں اور امامت کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ، زیادتی کر رہے ہیں، اگر ابھی شادی ہو گئی اور تعلیم رُک گئی تو اس کے حق میں کتنا بڑا نقصان ہو گا، البتہ تعلیم پوری ہونے کی مدّت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ شادی کا انتظام کر دیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۵۱)

اگر اس پر شہوت کا غلبہ نہیں تو اس کے ذمّہ شادی ضروری نہیں اور اس سے اسکی امامت میں خلل نہیں آتا البتہ اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہے اور خیالات پراگندہ رہتے ہیں تو بہ نسبت اس کے ایسے شخص کو امام بنانا افضل ہے جس کی بیوی موجود ہے اور خیالات پراگندہ نہیں رہتے بلکہ اس کو اطمینان حاصِل ہے اور امامت کی اہلیت بھی رکھتا ہے،

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۷۴)

جو شادی شدہ ایک سال تک گھر نہ جائے اسکا حکم

سوال :- ہمارے امام صاحب ڈھائی سال سے امامت کر رہے ہیں اور انکی شادی کو تین سال ہوئے ہیں ایک سال سے وہ گھر نہیں گئے ہیں کچھ ان پڑھ لوگ کہتے ہیں جو شادی شدہ امام ایک سال تک اپنے گھر نہ جائے اسکی امامت جائز نہیں ہوتی، یہاں پر اس کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہے، صحیح کیا ہے؟

جواب :- شادی شدہ مرد اپنی عورت کی اجازت اور رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ مدت دور نہ رہے۔ (شامی ج۲ ص۵۴۹)

اس امام کی بیوی نے اجازت دی ہو گی، اور ملازمت کی وجہ سے دور رہنے پر رضامند ہو گی، لہذا اس کے پیچھے نماز صحیح ہونے میں شبہ نہ کرنا چاہیئے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۳۵۰)

ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننے والے کی امامت

سوال :- امام کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے، سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائجامہ کو اوپر چڑھا لیتے ہیں اور پھر سجدے میں جاتے ہیں، یہ فعل نماز میں ہر رکعت میں برابر جاری رہتا ہے ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

جواب: امام مذکور کو ایسا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اول تو ٹخنوں سے نیچا پاجامہ نماز سے باہر بھی پہننا حرام اور ممنوع ہے۔ یہ امر موجب فسق امام ہے، اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور امام بنانا فاسق کو توبہ کے بغیر مکروہ ہے۔

دوسرے نماز میں بار بار ایسی حرکت کرنا بھی نہیں چاہیئے کہ اس

میں بھی کراہت ہے اور بعض صورتوں میں نماز کے فاسد ہونے کا خوف ہے بہر حال امامِ مذکور کو فعلِ مذکور سے روکنا چاہیئے اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو معزول کر دینا چاہیئے، اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور جماعت کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۱۷ بحوالہ رد المحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۳)

پینٹ پہننے والے کی امامت

سوال:- ایک شخص پینٹ پہن کر نماز پڑھاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے، نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:- نماز ہو جائیگی مگر ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں ہے (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۸۳)

چوڑا پاجامہ پہننے والے کی امامت

"اس کے پیچھے نماز صحیح ہے" اسلئے کہ چوڑے پائنچے کا پاجامہ پہننا درست ہے)

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۳۰)

دھوتی پہنکر امامت کرنا

سوال:- دھوتی اور دو پلی ٹوپی اور اونچا کرتا پہن کر امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر سترِ عورت (پردہ پوشی) پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ اور لباسِ شرعی کے ساتھ نماز پڑھائے،

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۶ ج ۳ بحوالہ رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۴)

شلوار و قمیص پہنکر امامت

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکیں، قمیص پہننا جائز ہے لیکن کرتا افضل ہے ہر جگہ جو صلحاء کا لباس ہے وہ اختیار کرنا چاہیئے، خصوصاً نماز اور امامت کیوقت
(فتاوی محمودیہ ج ۲ ص۲)

صحت کیساتھ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص قرأت صاف صحت کے ساتھ نہ کر سکے یعنی الف اور ع، ت اور ط، ث اور س، ج اور ہ اور ض، ذ، ز، ظ میں فرق نہ کرے تو ایسے امام کی اقتدار کرنی درست ہے یا نہیں اور اگر بعض لوگ بستی والے ایسے امام کو رکھیں تو اس کا گناہ امام پر یا بستی والوں پر ہو گا؟

جواب:۔ اگر اس سے بہتر مسائل سے واقف، قرآن صحیح پڑھنے والا، متبع سنت ہو تو اس کو امام نہ بنانا چاہیئے اور امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو، اگر اس سے بہتر دوسرا شخص امامت کے لائق موجود نہ ہو بلکہ سب اسی طرح پڑھنے والے ہوں تو پھر اسکی امامت میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن تصحیح حروف کی کوشش بہر حال لازم ہے جس کا تارک گناہ گار ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲ ص۲۴ بحوالہ در مختار مع رد المحتار ج ۱ ص۳)

رشوت خور کی امامت

اگر اس سے بہتر امام موجود ہو تو رشوت خور کو امام بنانا

مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۸۹ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۶)

تارکِ جماعت کی امامت

سوال:۔ تارک جماعت کی امامت، جمعہ و عیدین میں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص بلا عذر ترکِ جماعت کا عادی ہو اس کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے بہ حالت مجبوری اسکے پیچھے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۱۹۲ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۱ و بحوالہ شامی؛ ج ۱ ص ۳۷۶)

اہلِ حدیث کی امامت

سوال:۔ اہلِ حدیث کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں! اور یہ اہلِ سنّت والجماعت میں شامل ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اہلِ حدیث اگر ائمہ مجتہدین پر سبّ و شتم نہ کریں اور فرائض و واجبات میں حنفی مسلک کی رعایت کرکے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی۔ ایسے اہلِ حدیث بھی اہلِ سنت والجماعت سے الگ نہیں۔ جو کہ دیانتداری سے حدیث پر عمل کرتے ہیں اور فقہاء سے بغض نہیں رکھتے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۷)

رضاخانی کی امامت

سوال:۔ ایک شخص بریلوی خیال کا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور آپؐ مختارِ کل ہیں، نیز آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ شخص ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، کیا اس شخص کے پیچھے نماز درست

ہے یا نہیں؟

جواب:- یہ صفت اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے اس صفت کو ماننا بے دلیل ہے بلکہ خلافِ نص ہے اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں۔ تمام نمازیوں کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹا کر دوسرے صحیح العقیدہ مسائل طہارت اور نماز سے واقف متبعِ سنت آدمی کو امام تجویز کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے:

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۷۹ بحوالہ درمختار مع ردالمحتار ج ایک ص ۳۷۶)

کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینے والے کی امامت

سوال ۱:- کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کیلئے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲:- زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۳:- بکر حافظِ قرآن ہے، اُسنے کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کیلئے ووٹ بھی دیا ہے اس کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہب اسلام کے مخالف ہیں اور ان کے اس بنیادی نظریے کی پابندی کرتے ہوئے انکی پارٹی کا ممبر بننا مذہبِ اسلام کی مخالفت کرنا ہے۔ ان کو ووٹ دینا، مذہبِ اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے، اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں، بعض آدمی مذہبِ اسلام کے معتقد اور پابند ہو کر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بنا پر کمیونسٹ یا کسی اور مخالفِ اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی

اس مصلحت کے پیشِ نظر سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ لیکن اس روش سے ایک مخالفِ اسلام پارٹی کو فروغ ہو کر اقتدار حاصل ہوتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام کے خلاف نہیں بلکہ موافق سمجھیں گے، اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے اُن سے اپنے مطالبات پورے کرائیں گے جو اسلام مخالف ہوں گے۔

اور اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدّار اور مکّار قرار دیں گے۔ اور یہ غدّاری و مکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی۔ اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر، جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کر سکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے۔ ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآنِ پاک و حدیث شریف میں آتی ہے ایسے لوگوں پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اعتماد نہ تھا اور نہ خود ان کی پارٹی کو۔ ان لوگوں کا حال یہ تھا مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰالِکَ لَآ اِلٰی ھٰؤُلَاۤءِ وَ لَآ اِلٰی ھٰؤُلَاۤءِ۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۸۰)

غیر معزز کی امامت

سوال:- کیا امامت کا حق سوائے معزز قوم کے دوسری قوم کو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بعض یہ کہتے ہیں کہ صرف مندرجۂ ذیل قوموں کے آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں۔ یعنی
بشید، شیخ، مغل، پٹھان۔
اور دوسری قوم کو امامت کا حق حاصل نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ امامت کا استحقاق ہر ایک اس مسلمان کو ہے جو اہلیت امام ہونے کی رکھتا ہے پھر جس قدر لوازمات امامت مثلاً مسائلِ علم تجوید وقرأت اور صلاح وتقویٰ اس میں زیادہ ہوگا اسی قدر وہ اَولیٰ واَلیق بالامامت متصور ہوگا۔ (یعنی سب میں زیادہ مستحق ہوگا) درِ مختار وغیرہ میں ہے کہ جس میں اہلیت امامت کی ہو وہ امام ہو سکتا ہے۔

اس حکم میں جملہ اقوام اور اہل حرفہ برابر ہیں (تمام پیشہ کرنے والے (اور ہر برادری کے لوگ مراد ہیں) البتہ اگر شرافتِ علمی وغیرہ کے ساتھ شرافت نسبی (خاندانی) بھی ہو مثلاً وہ قریشی ہو، سید ہو، یا شیخ ہو، یا انصاری ہو، تو وہ افضل ہوگا بمقابلہ دوسرے حضرات کے "ثم الاشرف نسبًا" کا حامل ہے۔

ان لوگوں کا قول جو یہ کہتے ہیں کہ سوائے شیخ وسید وغیرہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، غلط ہے۔ کوئی قوم ہو خواہ سید یا شیخ یا پٹھان وغیرہ یا نور باف (جولاہے) یا نداف (روئی دھننے والے) اور حجام (نائی) وغیرہ جو لائق امامت کے ہیں۔ اُن کے پیچھے نماز صحیح ہے اور ان میں زیادہ علم وتقویٰ و قرأت والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر سب علم وتقویٰ اور قرارت میں برابر ہیں تو جو اشرف ہے نسب کے اعتبار سے، وہ زیادہ مستحق امامت ہوگا۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو متقی زیادہ ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ

لیکن باوجود سعادتِ تقویٰ کے اگر شرافتِ نسبی بھی ہو تو نور علیٰ نور ہے لیکن حقیر کسی مسلمان کو اور کسی پیشہ ور کو درست نہیں ہے۔ انما المومنون اخوۃ

(عام مسلمان بھائی ہیں) کو اس موقع پر ضرور یاد رکھنا چاہیئے۔
(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۸ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ج ۱ ص ۵۲۱)

صحیح مخارج پر غیر قادر کی امامت

سوال:۔ ایک امام صاحب اچھا پڑھنے والے نہیں ہیں، اور کئی حروف سمجھ میں نہیں آتے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُن کو امامت سے معزول کر دیا جائے، وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے چونکہ نئے دانت لگوائے ہیں اس لیے تاروں کی وجہ سے آواز بھاری ہو جاتی ہے۔
باقی رہا اشکال، حروف سمجھ میں نہ آنے کا تو امام صاحب کا کہنا ہے کہ تمام حروف سمجھتا ہوں، کیا اُنکی امامت درست ہے؟

جواب اگر یہ امام حروف کو ان کے مخارج سے صحیح طرح سے ادا کرتا ہو اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی سمجھ بھی سکیں تو یہ امام زیادہ حق دار ہے امامت کا، اسی کو برقرار رکھنا چاہیئے، اور اگر حروف کو صحیح طریقہ سے مخارج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، خواہ یہ عدمِ قدرت نئے دانتوں کی وجہ سے ہو یا اور کوئی سبب ہو، اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی صاف اور واضح طور پر نہ سمجھ سکیں تو اس کی امامت درست نہیں، (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۰۳)

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے معنیٰ بگڑ جاتے ہیں تو اس کے پیچھے بالکل اَن پڑھ لوگوں کی جن کو تین آیتیں بھی صحیح یاد نہیں نماز درست ہے اور جسکو تین آیتیں صحیح یاد ہیں انکی نماز درست نہیں کسی صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہیئے جس سے سب کی نماز درست ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۳۹)

فرض پڑھ چکنے کے بعد پھر فرض کی امامت

مسئلہ یہ ہے کہ جس نے فرض پڑھ لئے ہوں وہ پھر امام، فرض پڑھنے والوں کا نہیں ہو سکتا، جس نے اپنی نمازِ فرض تنہا پڑھ لی تو فرض اس کے ادا ہو گئے اب ان کو نفل نہیں کر سکتا، بلکہ اگر دوبارہ اسی نماز کو پڑھے گا تو وہ نفل ہو گی، اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۰۸ بحوالہ رد المحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۴۲)

ایسے شخص کی امامت جسکے ذمہ قضا نماز ہو

سوال :- زید صاحبِ ترتیب ہے، اور ایک مسجد میں امام ہے، اتفاق سے اسکی ایک نماز قضا ہو گئی دوسری نماز کی جماعت کا وقت ہو گیا، مگر وہ اس سے پہلے قضا نماز نہیں پڑھ سکا اس لئے زید نے اس وقت وقتی نماز پڑھا دی، اور مزید چار نمازیں گزرنے کے بعد قضا نماز پڑھ لی، اس صورت میں مقتدیوں کی نمازیں تو کوئی فساد نہیں آیا؟

جواب اِس صورت میں مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ امام کو پہلے قضا نماز پڑھنے کا موقعہ دیں امام کو لازم ہے کہ امامت نہ کرے، بلکہ کوئی دوسرا شخص نماز پڑھائے، اور یہ قضا نماز پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہو، اسی طرح زید نے نماز پڑھا دی تو اسکی نماز کی طرح مقتدیوں کی نماز بھی موقوف ہو گئی، اگر فوت شدہ نماز کی قضا سے پہلے ایسی پانچ نمازوں کا وقت گزر گیا کہ انکی ادائیگی کے وقت قضاء نماز بھی یاد تھی تو سب کی نمازیں درست ہو گئیں۔ رد المحتار ص ۵۶۹ ج ۱ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے یاد ہونے

کی صورت میں مقتدیوں کی نماز کا کوئی الگ حکم نہیں بیان کیا گیا، اس سے ثابت ہوا کہ امام کی طرح مقتدیوں کی نماز بھی بالآخر صحیح ہو جائیگی قانونِ تبعیت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔

مگر امام کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اگر اس دوران میں امام یا مقتدیوں میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تو قضا رہ جانے والی نمازوں کا عذاب امام پر ہوگا۔ (احسن الفتاوی ج۳ ص۳۰۴)

جس امام کے ذمّہ وتر کی قضا ہو

سوال:- زید ایک مسجد میں امام ہے، آخر شب میں آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے زید کے وتر قضا ہو گئے اور ایسے وقت بیدار ہوا کہ فجر کی جماعت کا وقت قریب تھا اس لئے وتر کی قضا پڑھے بغیر، فجر کی جماعت پڑھادی، دوسرے دن اشراق کے وقت وتر کی قضا پڑھی، تو مقتدیوں کی نمازیں صحیح ہونگی یا نہیں؟ اگر دوسرے دن فجر سے قبل وتر کی قضا پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب: امام کی طرح مقتدیوں کی نمازیں بھی موقوف تھیں، قضائے وتر سے قبل چھ نمازوں کا وقت گذر جانے سے سب کی نماز صحیح ہو گئی، بشرطیکہ ان نمازوں کی ادائیگی کے وقت قضا نماز یاد ہو اگر دوسرے روز طلوعِ آفتاب سے قبل وتر کی قضا پڑھ لیتا تو امام اور مقتدی سب کی درمیانی تمام نمازیں باطل ہو جاتیں۔

تنبیہ:- امام کو ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس دوران میں امام یا کسی مقتدی کا انتقال ہو گیا تو قضا رہ جانے والی نمازوں کا عذاب امام پر ہوگا۔ (احسن الفتاوی ج۳ ص۳۰۵)

سنّت مؤکدہ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:- اگر جماعت سے پہلے سنّتِ مؤکدہ نہیں پڑھ سکا تو امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ فرق آئے گا یا نہیں؟

جواب: وہ شخص امام ہو سکتا ہے اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ کراہت اور خلل نہ ہوگا

(فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۹۶)

احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۸۶ پر یہ مسئلہ اسطرح ہے "امام کو وقتِ متعین کی رعایت رکھنا لازم ہے اس لئے جماعت کے وقت سے پہلے سنتوں سے فراغت کا اہتمام کرے، اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوگئی تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ امام کو سنتیں ادا کرنے کا موقع دیں۔

اور اگر ایسا نہیں کیا گیا اور بغیر سنتیں ادا کے نماز پڑھا دی تو بھی درست ہے۔

مستقل امام کا حق

سوال: ایک امام ایک جگہ امامت پر متعین ہے کیا اس جگہ دوسرا شخص جو اس سے علم میں زائد ہو بلا اجازت امامت کر سکتا ہے یا نہیں! اگر نہیں کر سکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کر سکتا ہے؟

جواب: احادیث اور روایاتِ فقہیہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص امام کسی محلہ کا ہو اسکی موجودگی میں اسکی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو اور نکاح خوانی کیلئے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح خواں کو معین اور مقرر نہیں کیا بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۳ ص۸۱ بحوالہ رد المحتار باب الامامۃ ج۱ ص۵۲۲)

موجودہ امام کی اجازت ضروری ہے

سوال: ایک مسجد میں امام مقرر ہے اسکی موجودگی میں اس سے زیادہ افضل

شخص اگر آجاتا ہے تو مقتدی امام صاحب کی اجازت کے بغیر اس کو امام بنالیتے ہیں، یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہو تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے اگرچہ دوسرا شخص افضل و اعلم و اقرأ ہو، لیکن اگر چند مقتدیوں نے اس دوسرے شخص کو امام بنا دیا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۲ میں ہے کہ اگر زیادہ فضیلت والے کو کسی مقتدی نے امام بنا دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بغیر اجازتِ امام معین امامت نہ کیجائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۸۶)

نائب امام کی موجودگی میں کسی اور کی امامت

سوال:۔ محلہ کے امام صاحب موجود نہیں، لیکن وہ اپنا نائب کسی مقتدی کو بنا گئے ہیں اس نائب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا امامت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کیلئے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۷۷)

ضرورت کیوقت بلا اجازت امام بنانا

سوال:۔ صبح یا عصر کی نماز کا وقت قریب الختم ہے۔ اور پیش امام صاحب موجود نہیں، (نا معلوم ضرورت یا سستی کی بنا پر وہ مسجد میں موجود نہیں) تو اب اگر مقتدیوں نے کسی پڑھے لکھے کو آگے بڑھا دیا تو اس کا بلا اجازتِ امام، امامت کرنا کیسا ہے؟

جواب:- درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۸۲)

امام کی اجازت مقتدی کیلئے شرط نہیں

سوال: زید امام مسجد ہے۔ بکر سے کہتا ہے کہ تم ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھنا، تو کیا بکر زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- زید کے پیچھے بکر نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز صحیح ہے، زید کی اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں ہے، بکر ہر حال میں اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، اور زید کا یہ کہنا بیجا اور خلاف شریعت تھا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۴۸ بحوالہ ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ ج (۱) ص ۳۹۴)

قعدہ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو کیا حکم ہے

"اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی پڑے گی"۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۳۸ بحوالہ شامی ج (۱) ص ۵۸۶)

شافعی امام کا اتباع اختلافی مسائل میں

سوال (۱):- امام شافعی المذہب کے پیچھے حنفی مقتدی کو سورۂ حج کے سجدۂ ثانیہ کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہیئے یا نہیں نیز سورۂ حج میں شافعی امام تو سجدہ نہ کرے گا مقتدی اُس وقت کرے یا بعد میں یا ساقط ہوگیا؟

(۲) نیز حنفی امام کے ساتھ فجر میں قنوت پڑھے یا نہیں اگر پڑھ لیا تو نماز فاسد تو نہ ہو گی؟

(۳) عید میں تکبیراتِ زائدہ شافعی امام کے پیچھے چھ کہیں یا بوجہ متابعتِ امام نو، اگر نو پڑھیں تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(۴) اگر عصر کا وقت حنفیہؒ کے نزدیک نہ ہوا ہو اور شافعی امام ابتدائے وقت میں عصر پڑھے تو کیا حنفی اقتدار کر سکتا ہے، اگر کر لی تو اعادہ واجب ہو گیا یا نہیں؟

جواب:- (۱) امام کی متابعت میں سورۂ حج کا سجدۂ ثانیہ مقتدی کو کر لینا چاہیئے (شامی ج۱ ص۵۰۸) اور سورۂ صٓ کا سجدہ امام نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ سجدہ سورۂ ص مختلف فیہ ہے اور وجوبِ اتباعِ امام متفق علیہ، (شامی ج۱ ص۴۹۱) جب نماز میں سجدہ نہ کیا تو بعد میں بھی نہ کرے گا۔

(۲) مقتدی کو ایسی حالت میں خاموش کھڑا رہنا چاہیئے اگر قنوت پڑھے گا تو مکروہ کا مرتکب ہو گا (درِ مختار ج۱ ص۶۰۷)

(۳) نو تکبیریں امام کی متابعت میں کہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔ (شامی ج۱ ص۴۹۲)

(۴) بہتر یہ ہے کہ عصر کی نماز مثلین سے قبل نہ پڑھی جائے تاہم اگر کسی نے پڑھی تو صحیح ہو جائے گی۔ (کبیری ص۲۲۵)

امام شافعی المذہب کے متعلق اگر وثوق ہو کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو حنفی کو اسکا اقتدار جائز ہے۔

اگر وثوق سے معلوم ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اسکا اقتدار درست نہیں، اور اگر رعایت اور عدم رعایت کچھ معلوم نہیں تو اقتداءً مکروہ ہے۔

(فتاوی محمودیہ ج۲ ص۹۵)

شافعی اور اہلحدیث کی امامت

سوال:- حنفی مسلک والے کی نماز اہلِ حدیث یا شافعی امام کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر یہ یقین ہو کہ امام نماز کے ارکان و شرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے تو اسکی اقتدار میں بلا کراہت جائز ہے اور اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔

اور جس کا حال معلوم نہ ہو اسکی اقتدار مکروہ ہے، آج کل کے غیر مقلدین کی اکثریت یہی نہیں کہ، رعایتِ مذاہب کا خیال نہیں رکھتی، بلکہ اس کو غلط سمجھتی ہے اور عمداً اس کے خلاف اہتمام کرتی ہے اور اسکو ثواب سمجھتی ہے اس لئے انکی اقتدار سے جہاں تک ممکن ہو احتراز لازم ہے، مگر ضرورت کے وقت ان کے پیچھے نماز پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے،

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ یہ امام صحیح العقیدہ ہو، اگر اسکا عقیدہ فاسد ہے مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سبّ سلف کرتا ہے تو اسکی امامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۸۲ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۶)

شافعی امام کی اقتدا میں رفع یدین

سوال:- زید مذہباً حنفی ہے، وہ باجماعت نماز ایک ایسے امام کے پیچھے پڑھتا ہے جو شافعی یا حنبلی ہے، لہٰذا زید نہ تو آمین زور سے کہتا ہے اور نہ رفعِ یدین کرتا ہے، چونکہ یہ امام کی اتباع یا تقلید نہ ہوئی تو ایسی صورت میں زید کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

اسی طرح شافعی یا حنبلی، حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھے اور وہ امام کی اتباع کے خلاف رفع یدین کرے اور آمین زور سے کہے، اسکی کیا صورت ہے؟

جواب:- ان امور میں امام کی اتباع لازم نہیں۔

لہٰذا حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے درست ہے، احناف رفعِ یدین نہ کریں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۴۰۰)

حنفی مقتدی اگر شافعی امام کے پیچھے عید کی نماز پڑھے تو اس کو تکبیراتِ عید میں اتباع شافعی امام کی کرنی چاہیئے۔ لیکن شافعی وغیرہ امام کی مستقل طور پر فجر میں پڑھی جانیوالی قنوت رفع یدین اور نمازِ جنازہ کی چار سے زائد تکبیر میں اتباع نہ کی جائے کہ وہ منسوخ ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۴۳ ج۲)

حنفی امام شافعی مقتدیوں کی کسطرح امامت کرے

سوال: میں حنفی المذہب ہوں، شافعی المذہب کے مکتب میں پڑھاتا ہوں، کبھی کبھی جہری نماز پڑھاتا ہوں، تو اگر میں شافعی المذہب مقتدیوں کا لحاظ کر کے سورۂ فاتحہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہوں جتنی دیر میں وہ لوگ جلدی سے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں، پھر دوسری سورت شروع کردوں تو اس میں کوئی حرج ہے؟

جواب:۔ حنفی امام کیلئے اس طرح (سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے میں) تاخیر جائز نہیں ہے، ممنوع ہے، نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوگی یعنی دوبارہ وہ نماز پڑھنی پڑے گی۔

سجدہ سہوہ بھی کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ صورتِ مسئولہ میں قصداً تاخیر کی گئی ہے یہ سہو نہیں ہے کیونکہ جان بوجھ کر کیا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۱ ص۱۶۶)

حنفی امام شوافع کو عید کی نماز پڑھا سکتا ہے مگر اپنے طریقہ پر پڑھائے مقتدیوں کو اس کا اتباع کرنا ہوگا۔ اور اگر مقتدی رضامند نہ ہوں تو ان میں سے کوئی امام بنجائے اور حنفی اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لیں اور ان کو امام کی اتباع میں تکبیریں زیادہ کہنی ہونگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۳۵۹ ج۶ بحوالہ درِ مختار مع شامی ص۷۸۰ ج۱)

ناپاک حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے

سوال :- اگر کسی امام نے حالتِ حدث یا حالتِ جنابت میں نماز پڑھادی تو ان نمازوں کا کیا حکم ہوگا۔ جب کہ یہ یاد نہ ہو کہ اسوقت کون کون نمازی تھے اور کس کو کس طرح اطلاع دے؟

جواب :- درمختار میں ہے کہ اگر امام نے حالتِ جنابت میں حالتِ حدث میں نماز پڑھادی تو اس کو لازم ہے کہ مقتدیوں کو اطلاع کردے۔
پس امامِ مذکور کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے جو جو مقتدیوں میں یاد آجائیں انکو اطلاع کردے کہ فلاں وقت کی نماز کا اعادہ کرلیں کیوں کہ وہ نماز نہیں ہوئی تھی اور جو یاد نہ آئے اسکی نماز ہوگئی۔ اسکو اطلاع نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے اگر پھر کبھی یاد آجائے تو اس کو بھی اطلاع کردیجائے اور خود امامِ مذکور بھی اس نماز کا اعادہ کرے اور اس گناہ سے توبہ و استغفار کرے
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۷۷ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۵۳)

عرصۂ دراز تک امامت کے بعد اقرارِ کفر

سوال :- ایک شخص مدت تک نماز پڑھاتا رہا اب وہ خود اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں امامت کرتا رہا ہے، کیا مقتدیوں پر اس مدت مدیدہ کی نمازوں کا اعادہ واجب ہے؟

جواب: اگر اس کے کفر پر سوائے اقرار کے اور کوئی دلیل نہیں تو اس کو اقرار کے وقت سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ گزشتہ زمانے میں اسکی اقتدا میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۷۹ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۴)

عرصہ کے بعد امام کے کافر ہونے کا علم

سوال :- ایک شخص عرصۂ دراز تک امامت کرتا رہا اب قرائن سے پتہ چلا کہ وہ کافر ہے، مگر خود وہ شخص کافر ہونے کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر لوگوں کو اس کے قول کا اعتماد نہیں، بلکہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ نفاق کی وجہ سے، تو کیا جتنی نمازیں اسکی اقتدا میں پڑھی گئیں اُن کا اعادہ واجب ہے؟

جواب :- اگر شواہد و قرائن سے اس کے کفر کا ظن غالب ہو جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۷۹ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۳)

کیا تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے؟

سوال :- امام صاحب پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھاتے ہیں مگر تراویح میں سنانے کی عادت نہیں رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب :- تراویح میں جب کہ امام صاحب قرآن شریف سنانے سے عاجز اور قاصر ہیں تو الم تر کیف سے پڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔

اگر مقتدی حضرات تراویح میں قرآن شریف سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام مقتدی حضرات خود کریں امام صاحب کو مجبور نہ کریں۔

لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا نہ مل سکے تو کسی حافظ کو رمضان کیلئے نائب امام مقرر کرلیں۔ عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں اس کے ذمے لازم کر دینی چاہئیں اور وہ

تراویح بھی پڑھائے تو اجرت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۴۹)

تراویح میں امامت کا حق

سوال :- بکر ایک مسجد میں امام مقرر ہوا ہے اور حافظِ قرآن ہے زید بھی حافظِ قرآن ہے۔ اور وہ زمانۂ بعید سے اس مسجد میں تراویح پڑھاتا تھا اب بکر کہتا ہے میں امام مقرر ہوا ہوں۔ تراویح پڑھانے کا حق مجھ کو ہے زید کہتا ہے کہ میرا قدیمی حق ہے تو کس کو حق ہے؟

جواب :- صورتِ مسئولہ میں جبکہ بکر امام مقرر ہو گیا ہے تو تراویح کی بھی امامت کا حق اسی کو حاصل ہے، (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۸۲ بحوالہ درِ مختار ج ۱ ص ۵۲۲ باب الامامۃ)

تراویح میں معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال :- رمضان شریف میں ختمِ قرآن شریف کی غرض سے حافظ صاحب کا لینے دینے کی نیت سے سننا سنانا اور بعد میں لینا دینا کیسا ہے؟ نیت دونوں کی لینے دینے کی ہوتی ہے بغیر اس کے سننا سنانا نہیں ہے۔ اگر کسی مسجد میں قرآن شریف نہ سنایا جائے محض تراویح پڑھنے پر اکتفا کیا جائے تو وہ لوگ فضیلتِ قیامِ رمضان سے محروم ہوں گے یا نہیں؟

جواب :- اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اس میں ثواب بھی نہیں ہے اور بحکم "المعروف کالمشروط" جسکی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔

اس حالت میں صرف الم ترکیف سے تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے اور صرف تراویح ادا کرنے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائیگی (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۴۶ بحوالہ رد المحتار مبحث التراویح ج ۱ ص ۶۶۰)

امامتِ تراویح کیلئے بلوغ شرط ہے

مسئلہ یہ ہے کہ اگر لڑکے میں اور کوئی علامتِ بلوغ مثلاً احتلام وانزال نہ پائی جائے تو پورے پندرہ سال ہونے پر شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے پس جس کی عمر یکم رمضان شریف کو چودہ سال گیارہ ماہ کی ہوئی اسکی امامت، تراویح اور وتر میں درست نہیں ہے کیوں کہ صحیح مذہب امام ابو حنیفہ کا یہی ہے کہ نابالغ کی امامت، فرائض ونوافل، اور واجب میں درست نہیں ہے البتہ اگر کوئی علامت بلوغ کی پائی جائے تو درست ہے۔
نیز چودہ سال کی عمر کے لڑکے کے پیچھے فرائض وتراویح کچھ درست نہیں، جب تک پورے پندرہ برس کا نہ ہو جائے البتہ چودہ سال کی عمر میں بالغ ہونے کے آثار پیدا ہو چکے ہوں اور وہ بھی کہے کہ میں بالغ ہو چکا ہوں تو اس کے پیچھے درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۲۶ بحوالہ رد المحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۳۹)

معذور حافظ کی امامت

حافظ صاحب اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائیں اور مقتدی حضرات کھڑے ہوں تو بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سب کی نماز صحیح ہو جائے گی، اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مقتدیوں کا بیٹھنا مستحب ہے تاکہ امام کی متابعت باقی رہے، مخالفت کی صورت نہ رہے (دونوں صورتیں جائز ہے) (ترجمہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۸۹)

جس نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اسکی امامت

سوال:۔ عشاء کی جماعت ہوگئی۔ اس کے بعد تراویح کی جماعت ہونے لگی تو حافظ صاحب جنہوں

نے ابھی عشا کے فرض ادا نہیں کئے تھے نماز تراویح پڑھانے کیلئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت، تراویح پڑھا دی مقتدیوں میں سے بعض نے اعتراض کیا تو حافظ کو ہٹا دیا گیا اس کے بعد امام صاحب کی اقتدا میں بقیہ تراویح ادا کی گئی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتدیوں کی پہلی دو رکعتیں صحیح ہوئیں یا نہیں اگر نہیں ہوئیں تو کیا ان کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب:- صورتِ مسئولہ میں تراویح کی دو رکعتیں قابلِ اعادہ تھیں، کیونکہ تراویح عشار کے بعد ہے پہلے نہیں۔

اسی وقت اعادہ کر لینا تھا اور اگر اعادہ نہیں کیا گیا تو بعد میں صبحِ صادق سے پہلے تنہا تنہا پڑھی جا سکتی تھی۔

اب وقت نکل گیا اسکی قضا نہیں ہے استغفار کریں اور ان دو رکعتوں میں جتنا قرآن شریف پڑھا گیا تھا اس کو لوٹایا نہ گیا ہو تو دوسرے دن لوٹا لیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۱ ص۲۸۵ بحوالہ کبیری ص۳۸۵)

وتر کی امامت

وتر کی جماعت کا امام فرض نماز کے امام کے علاوہ ہو سکتا ہے (فتاویٰ دار العلوم ج۴ ص۱۵۱) یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض نماز پڑھائے وہی وتر پڑھائے اگر دوسرا شخص وتر پڑھائے تو جائز نہیں، یہ غلط ہے۔ دوسرا شخص وتر پڑھا سکتا ہے، درست ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۳۲۸)

یہ صورت جائز ہے تراویح پڑھانے والا وتر بھی پڑھا سکتا ہے جب کہ وہ بالغ ہو کیونکہ نابالغ کے پیچھے نہ تراویح درست ہے اور نہ وتر (فتاویٰ دار العلوم ص۱۹۲)

امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ وتر

سوال:- امام صاحب اگر عشار کے فرض اور وتر پڑھائیں یا صرف فرض پڑھائیں اور حافظ صاحب تراویح پڑھائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس میں مضائقہ نہیں، حضرت عمرؓ فرض نماز اور وتر پڑھاتے تھے اور حضرت ابیؓ بن کعبؓ تراویح پڑھاتے تھے، اسی طرح سے امام صرف فرض پڑھائے اور حافظ صاحب تراویح اور وتر پڑھائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۲۹۴ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۸۲)

نوٹ:۔ تفصیل کیلئے دیکھئے احقر کی کتاب (مکمل و مدلل) ''مسائل تراویح''

ٹیلی ویژن سے امامت

نماز کوئی مشینی عمل نہیں ہے بلکہ ایک عبادت ہے جس میں انسان اپنے پورے وجود، ظاہری اور باطنی کیفیت، قلب و روح و دل و دماغ، زبان، اعضاء و جوارح، اور حرکات و سکنات کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے، یہ خدا سے ہم کلامی اور قلب کے خوف و عاجزی سے لبریز ہونے کا اظہار اور نشان ہوتا ہے، امام جو کچھ بولتا ہے وہ گویا غایت درجہ احترام و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے مقتدیوں کی بات خدا تک پہونچانے کا کام کرتا ہے،

ٹیلی ویژن کی امامت میں جو نماز ہوگی وہ محض ایک مشینی حرکت ہوگی۔ اس میں وہ خوف و خشیت، تواضع و انکساری، ادب و شائستگی اور خوف و رجا کہاں ہو سکتا ہے اس لئے فقہی نقطۂ نظر سے ہٹ کر عبادت و بندگی کی روح اور اسکی شان و کیفیت بھی اس کے مغائر ہے کہ انسان ان مصنوعی کل پرزوں کی اقتدا میں نماز ادا کرنے لگے۔ فقہی اعتبار سے ''اقتدا'' صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان شارعِ عام، بڑی نہر، یا کسی پل وغیرہ کا فاصلہ نہ ہو، اتنے فاصلہ کی موجودگی میں اقتدار درست نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۸۷)

یہی حکم ٹیلیویژن میں بھی ہے کہ اگر اصل امام اور مقتدیوں کے درمیان صفوں کے

تسلسل کے بغیر اس قدر فصل ہو تو اقتدا درست نہ ہوگی اور اگر بڑا مجمع ہو تو صفوں کا تسلسل بھی قائم ہو البتہ نماز گاہ میں آسانی اور نقل و حرکت کے اندازہ کیلئے مختلف جگہ ٹیلیویژن لگا دیئے جائیں تو نماز ہو جائے گی لیکن عمل کراہت سے خالی نہ ہوگا اسلئے کہ ٹی۔ وی کی فقہی حیثیت سے قطع نظر نماز کے سامنے اسطرح صورتوں کا آنا بجائے خود بھی مکروہ ہے اور اسلئے بھی کہ اس سے خشوع متاثر ہوگا۔

جہاں تک نقل و حرکت کی اطلاع کا مسئلہ ہے تو وہ لاؤڈ اسپیکر سے بھی ممکن ہے

(جدید فقہی مسائل ص۵۸)

ٹیپ ریکارڈ سے امامت

ٹیپ ریکارڈ سے نہ امامت درست ہے اور نہ اذان۔ اسلئے کہ امام اور مؤذن وہ ہو سکتا ہے جو "ناطق" اور "گویا" ہو اور ٹیپ ریکارڈ میں خود گویائی نہیں ہے بلکہ ایک بے ارادہ غیر مختار نقل کرنے کا آلہ ہے جو کسی آواز کی نقل کرتا ہے۔ اذان و امامت عبادت ہے جو قلب کی کیفیت کے ساتھ انجام دی جاتی ہے اور ٹیپ ریکارڈ ایک جامد اور غیر حساس شیئ ہے جس کی آواز کو عبادت نہیں کہا جا سکتا اسکی آواز کی حیثیت مستقل "بول" کی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ تابع محض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص ٹیپ ریکارڈ پر طلاق دیتے ہوئے کہے کہ میں نے طلاق دی ہے اور اسی کو تین دفعہ بجایا جائے تو طلاق ایک ہی واقع ہوگی اسکی تکرار کی وجہ سے اصل طلاق میں تکرار نہ ہوگا۔ کوئی اسی طرح ٹیپ پر ہزار کا اقرار کرے اور اسے بار بار بجایا جائے تو اقرار ایک ہی ہزار کا ہوگا، اس لئے کہ اس آواز کی حیثیت تابع کی ہے۔

لہذا اس طرح دی گئی اذان اور امامت، اذان و امامت نہ ہوگی، بلکہ محض اس کا صوتی اور لفظی تکرار ہوگا، اسکی نظیر یہ ہے کہ فقہا نے سکھائے ہوئے پرندوں کی آواز اور تلاوت کو اصل تلاوت کا درجہ نہیں دیا ہے اور اسی لئے اسکی وجہ سے سجدۂ تلاوت

واجب نہیں ہوتا۔ (جدید فقہی مسائل ص۸۵ بحوالہ فتاوی ہندیہ ص۸۶)

امامت کا سب سے زیادہ مستحق

حنفیہؒ کے نزدیک امامت کا زیادہ مستحق وہ ہے جو نماز کے درست یا نادرست ہونے کے مسائل کو زیادہ جانتا ہو، اور کھُلے گناہوں سے بچتا ہو۔

اس کے بعد وہ شخص ہے جو قرآن کی تلاوت اور تجوید میں بڑھکر ہو، اس کے بعد وہ جو اسلام لانے والوں میں دوسروں پر مقدم ہو اور پھر وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور مقتدی اور امام دونوں پہلے سے مسلمان ہوں۔ پھر وہ جسکی جسمانی ساخت بہتر ہو، پھر وہ جس کی صورت سب سے اچھی ہو، پھر وہ جو خاندان میں سب سے اعلیٰ ہو، پھر وہ جسکا لباس زیادہ ستھرا ہو اگر ان تمام امور میں سب برابر ہوں اور امامت کے بارے میں باہمی نزاع و جھگڑا ہو تو قرعہ اندازی سے کام لیا جائے ورنہ جسے بھی جی چاہے امامت کیلئے آگے کر دیں۔

اگر لوگ قرعہ اندازی پر راضی نہ ہوں تو جسکے حق میں اکثریت کی رائے ہوئی سے امام بنا لیا جائے اگر کبھی اکثریت نے غیر مستحق کو امام چن لیا تو بُرا کیا لیکن گناہ نہیں ہے یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جب کے قوم کا کوئی بادشاہ یا اس جگہ کا جہاں لوگ جمع ہوئے ہیں مالک یا وظیفہ پانے والا نہ ہو ورنہ امامت کیلئے سب سے مقدم سلطان (بادشاہ) ہے پھر صاحب خانہ اسی طرح کسی مسجد کا مقرر شدہ امام۔

اگر گھر میں مالک اور کرایہ دار دونوں ہوں تو زیادہ حق کرایہ دار کا ہے۔ اگر وہ گھر کسی عورت کا ہو تو حق امامت اسی عورت کا ہے لیکن اس عورت پر واجب ہے کہ وہ امامت کیلئے کسی کو اپنا نائب بنا دے، کیونکہ عورت کا امام بننا درست نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ج۱ ص۶۴۳)

امامت کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے اس لیئے امام اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار عالم، عامل، عاقل، اخلاقِ حمیدہ سے متصف، حسنِ قرأت سے اچھی طرح واقف، صحیح العقیدہ

تندرست وخوش وضع، خوش آواز، نماز کے مسائل کا جاننے والا، اور ظاہری عیوب سے پاک ہونا چاہیئے۔
(مسلمانوں کے امام کی حیثیت فوج کے کمانڈر سے زیادہ ہی ہے اور فوجی افسر ظاہری عیب والا یعنی اندھا، لولا، ہاتھ کٹا، لنگڑا، یک چشم، بیمار اپاہج وغیرہ نہیں ہوتا ہے) نیز یہ بھی ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والوں نے امام کو اپنی مرضی اور خوشی سے امامت کیلئے مقرر کیا ہو اور اسکی امامت کو دل وجان سے قبول کرتے ہوں)

امامت کے مکروہات کا بیان

(۱) فاسق کا امام بننا مکروہ ہے، ہاں وہ اپنے جیسے کا امام ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
(۲) بدعتی کی امامت مکروہ ہے، لیکن بدعت کفر تک نہ پہونچی ہو۔
(۳) امام کا نماز کو طول دینا مکروہِ تحریمی ہے، بجز اس صورت کے جب کہ کوئی شخص محدود اشخاص کا امام ہو اور وہ لوگ طول دینے پر راضی ہوں، کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مَنْ اَمَّ فَلْیُخَفِّفْ" (یعنی جو امام ہو وہ نماز مختصر کرے)

(۴) نابینا شخص کا امام بننا مکروہِ تنزیہی ہے ہاں اگر وہ سب میں افضل ہو (تو مکروہ نہیں ہے) یہی حکم ولد الزنا (ناجائز اولاد) کا ہے۔
(۵) عالم کی موجودگی میں بے علم کا امام بننا، خواہ دیہات کا ہو یا شہر کا باشندہ
(۶) گوری چٹی صورت والے بے ریش لڑکے کا امام بننا، اگرچہ وہ زیادہ علم رکھتا ہو، مکروہِ تنزیہی ہے، یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ امامت سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
(۷) ایسے شخص کا امام بننا جو بیوقوف ہو اور بھونڈا ہو یا فالج زدہ یا کوڑھ کا مریض ہو جسکے برص کے داغ پھیلے ہوں، اور جذامی اور اپاہج کا جو پورے قدموں

پر کھڑا نہ ہو سکتا ہو۔ نیز جسکا ہاتھ کٹا ہوا ہو امام بننا مکروہ ہے۔

(۸) اسکی امامت بھی مکروہ ہے جو اجرت لیکر لوگوں کی امامت کرلے، البتہ وقف کرنے والے نے اسکی اجرت کیلئے شرط لگادی ہو تو اسکی امامت مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ اجرت یک گونہ صدقہ وامداد ہے۔

(۹) اس شخص کی امامت مکروہ ہے جو فروعی مسائل میں مقتدی کے مسلک سے اختلاف رکھتا ہو۔ بشرطیکہ اس امر کا اندیشہ ہو کہ وہ ایسے اختلاف کی پروانہ کرے گا جس سے نماز یا وضو جاتا رہتا ہے۔ لیکن اس امر میں شک نہ ہو بایں طور کہ وہ جانتا ہو کہ اُسے اختلاف کی پرواہ ہے یا یہ کہ اُسے اس اختلاف کا علم ہی نہیں تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔

(۱۰) امام کا دوسرے تمام مقتدیوں سے ایک ہاتھ یا زیادہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس سے کم اونچی جگہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح مقتدیوں کا بھی امام سے اتنی اونچی جگہ پر ہونا مکروہ ہے۔

ان دونوں صورتوں میں کراہت اسی حالت میں ہوگی جبکہ امام کے ساتھ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کوئی فردِ واحد بھی شریکِ جماعت نہ ہو اگر ایک شخص یا زیادہ اشخاص اس کے ساتھ (اس جگہ پر) کھڑے ہو جائیں تو کراہت نہ رہے گی۔

(۱۱) اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور اس کی کسی دینی خرابی کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کتراتے ہوں۔

(۱۲) نمازِ جنازہ کے سوا عورتوں کی جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر جنازہ کی نماز عورتیں پڑھائیں تو امام عورت ان کے درمیان (صف کے اندر) کھڑی ہو جیسے

لے متأخرین فقہاء نے امامت کی اجرت جائز قرار دی ہے، پس دورِ حاضر میں ایسے شخص کی امامت بلاکراہت درست ہے۔

اُن آدمیوں کی جماعت جن کا ستر ڈھکا ہوا نہ ہو۔ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے خواہ جمعہ یا عید کا دن ہو یا رات کو وعظ ہو۔ ہاں دن میں ضرورتاً کہیں پردہ کے ساتھ آنا جانا جائز ہے جب کہ کسی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۱۳) اسی طرح مرد کیلئے عورتوں کا امام بننا مکروہ ہے جبکہ جماعت والے ایسے گھر میں ہوں جہاں ان کے ساتھ مرد مقتدی نہ ہوں یا وہ عورتیں، امام کی محرم جیسے ماں یا بہن نہ ہوں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱؍۶۰۹)

(۱۴) کسی خصی، زنخے یا نامرد کا امامت کے عہدہ پر تقرر کیا جانا، مکروہ ہے اسی طرح اسکی بھی امامت مکروہ ہے جسکی باتوں میں عورتوں کا سا انداز ہو، یا جو ناجائز اولاد ہو لیکن ایسے اشخاص اگر مقرر شدہ امام نہ ہوں تو ان کی امامت مکروہ نہیں ہے۔

(۱۵) کسی غلام کا امام مقرر کیا جانا مکروہ ہے۔

(۱۶) غیر مختون کی امامت مکروہِ تنزیہی، اسی طرح اس شخص کی امامت جسکا حال معلوم نہ ہو کہ نیکو کار ہے یا بدکار ہے، یا وہ شخص جس کا نسب معلوم نہ ہو۔

(۱۷) امام کا مسجد کے محراب میں نفل پڑھنا یا محراب کے اندر بہیئتِ نمازیں محض بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۱۸) نابینا شخص کا امام بننا جائز ہے تاہم بینا افضل ہے۔ (کتاب الفقہ ص۶۹۰)

لاؤڈ اسپیکر (مائک) پر امامت

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز درست ہے یا نہیں؟ ابتدار میں ہند اور بیرون ہند کے علمار کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف تھا، بعض حضرات کی رائے تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہٖ امام کی آواز نہیں، بلکہ اس آواز کی بازگشت ہے، اس طرح اس آواز پر مقتدیوں

کی نقل وحرکت گویا امام کے بجائے ایک دوسری آواز کی بنا پر ہوگی اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ مقتدی، امام کے بجائے کسی اور کی آواز پر نقل وحرکت شروع کردیں۔
اس کے مقابلے میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے باوجود نماز کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صحیح ہے اور شریعت میں اسکی نظیر موجود ہے کہ نماز کے باہر کے ایک شخص کی تلقین پر نمازیوں نے نقل وحرکت کی، چنانچہ جب بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا اور مدینہ کے مضافات کی بعض مساجد میں جہاں بیت المقدس ہی کی طرف رخ کرکے لوگ نماز ادا کر رہے تھے، قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع ایک شخص نے دی اور سبھوں نے اپنا رخ بدل لیا۔ ظاہر ہے یہ نقل وحرکت ایک ایسے شخص کی آواز پر عمل میں آئی جو نماز سے باہر تھا۔
اب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز کی نقل اور اسکا چربہ نہیں ہے بلکہ بعینہٖ امام کی وہی آواز ہے جو اسکی زبان سے نکلتی ہے اس طرح اب لاؤڈ اسپیکر سے نماز وامامت کے جواز پر علماء کا اتفاق ہوچکا ہے
بعض علماء اس کے استعمال میں ایک گونہ کراہت سمجھتے ہیں اور ناگزیر ضرورت ہی پر اس سے کام لینے کو درست سمجھتے ہیں۔ انکی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے بلاضرورت امام کی آواز کو تقویت دینے والے "مکبرین" کے تقرر کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے لہٰذا یہی حکم لاؤڈ اسپیکر کا بھی ہوگا۔ مگر یہ استدلال قابلِ غور ہے کہ مکبرین کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں ہوتی جبکہ لاؤڈ اسپیکر (مائک) کی آواز کا بعینہ امام کی آواز ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ پھر ان دونوں کو ایک درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے
ہاں یہ ضروری ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کو حسبِ ضرورت اور اسطرح استعمال کرنا چاہیئے کہ اسکی آواز مناسب حدود اور مسجد میں رہے، جیسا کہ آج کل یہ بات ممکن ہوگئی ہے

(جدید فقہی مسائل ص۷۵)

امام جمعہ کیلئے باہر جائے یا ظہر کی امامت کرے؟

سوال :- گاؤں کے امام صاحب جمعہ کے دن دوسرے قصبہ یا شہر وغیرہ میں جمعہ پڑھنے کیلئے

چلے جاتے ہیں امام کو اپنے گاؤں میں جماعتِ ظہر کرنی بہتر ہے یا دوسری جگہ جمعہ پڑھنا؟ اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ کہ "جس نے تین یا چار جمعہ ترک کئے گویا اسنے اسلام کو پیٹھ دکھلائی"

جواب:۔ اس حدیث شریف میں وعیدِ ترکِ جمعہ پر آتی ہے اسکا مطلب تو یہ ہے کہ جس جگہ جمعہ فرض ہو اور پھر کوئی شخص جان بوجھ کر بلا عذر جمعہ ترک کرے تو اس کیلئے یہ وعید ہے اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے اور جمعہ وہاں ادا نہیں ہوتا، وہاں یہ وعید اور یہ حکم نہیں ہے بلکہ ان کے لئے یہ حکم ہیکہ ان کو گاؤں میں ظہر باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔

لیکن اگر کوئی شخص قصبہ یا شہر میں جاکر جمعہ پڑھے تو ثواب کی بات ہے اور جو شخص قصبہ یا شہر میں نہ جائے وہ گاؤں میں ظہر کی نماز پڑھے اس کو اس قصبہ یا شہر میں جاکر جمعہ نہ پڑھنے سے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۹۳ بحوالہ عالمگیری مصری باب فی الجمعہ ج ۱ ص ۱۳۶)

امام، جمعہ میں قرأت طویل کرے یا خطبہ

خطبہ مختصر ہونا چاہیئے اور قرأت، سنّت کے موافق ہونی چاہیئے جیسے سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وغیرہ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۹۲ بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۵۵۱)

امام کا خطبہ کیحالت میں کسی کی تعظیم کرنا

سوال:۔ امام نے خطبہ کی حالت میں خطبہ بند کر کے کسی کی تعظیم کی اور اس کو ممبر پر چڑھا دیا پھر باقی خطبہ ادا نہیں کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ نماز ہوگئی مگر آئندہ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۹۲ بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۵۵۸)

امام وخطیب کی عدم موجودگی کا حکم

سؤال :- نماز اور خطبہ میں مقررہ وقت پر امام صاحب اور نہ نائب صاحب حاضر نہ ہوں تو کیا آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد متولی صاحب کسی دوسرے کو امام بنا سکتے ہیں؟
۲:- دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
۳:- خطیب صاحب اکثر پنجوقتہ نماز میں غیر حاضر رہتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب :- (۱) و (۲) بنا سکتے ہیں اور دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے اور وہ نماز صحیح ہے۔ (۳) نماز درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۱۳۱)

منبر کے درجات کی تعداد

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ممبر کے تین درجے تھے، اس کی موافقت اولیٰ ہے اور کمی وزیادتی بھی جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۰)

کیا امام کا منبر پر کھڑا ہونا ضروری ہے

منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا سنت ہے، حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ خلفائے راشدینؓ کا یہی معمول تھا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۰ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۷۵۶)

منبر کے کس زینہ پر خطبہ دے؟

اس میں شرعاً کچھ تحدید نہیں ہے جونسے درجہ (سیڑھی) پر کھڑا ہو جائے جائز ہے اور سنت

منبر پر چڑھنے کی ادا ہو جائے گی۔

پس اس سے زیادہ سے کچھ قید شرعاً نہیں ہے، دوسرے یا تیسرے جس درجہ پر کھڑا ہو جائے درست ہے اس میں کچھ سوئے ادبی کسی کی نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۱۱۶ بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۷۶۱)

خطبہ میں افراد کی شرط

سوال :- ۱ اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتیں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲ اگر ایک یا دو افراد کے سامنے خطبہ پڑھے، اور تین یا زیادہ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب :- جائز نہیں۔ کیونکہ جمعہ کے خطبہ کیلئے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے جن سے جماعت قائم ہو سکے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۳)

امام کا عصا لیکر خطبہ دینا

اس سے متعلق عباراتِ فقہیہ مختلف ہیں۔ صورتِ تطبیق یہ ہے کہ فی نفسہٖ سنتِ غیر مؤکدہ ہے مگر اسکا التزام واستمرار مکروہ وبدعت ہے (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۲)

تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ضرورت ہو تو چھڑی ہاتھ میں رکھ لے کچھ حرج نہیں ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو نہ لے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۶۶)

(بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۷۶۳)

عصا ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھنا ثابت تو ہے لیکن بغیر عصا کے خطبہ پڑھنا اس سے زیادہ ثابت ہے پس حکم یہ ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا بھی جائز ہے اور نہ لینا بہتر ہے،

اور حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے پس اس کو ضروری سمجھنا اور نہ لینے والے کو طعن و تشنیع کرنا درست نہیں اسی طرح لینے والے کو بھی ملامت کرنا درست نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ج۳ ص۲۱۴)

اذانِ خطبہ کا حکم

پہلی صف کی قید تو کہیں نہیں ملتی، البتہ کتبِ فقہ کے الفاظ اَمَامَ المِنْبَر، عِنْدَ المِنْبَر اور بَیْنَ یَدَیِ المِنْبَر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اذان منبر کے سامنے اور قریب ہونی چاہیئے۔ منبر سے قریب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ صفِ اول ہی میں ہو،

(احسن الفتاویٰ ج۴ ص۱۲۹ بحوالہ جامع الرموز ج۱ ص۱۸)

کیا امام اقامت سے پہلے مسئلہ بتا سکتا ہے

سوال:۔ اقامت سے پہلے امام کیلئے کوئی مسئلہ بیان کرنا یا وعظ و نصیحت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مختصر طور پر کوئی مسئلہ بتانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر (برائی سے روکنا اور بھلائی کا حکم کرنا) جائز ہے طویل وعظ جائز نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ج۴ ص۲۱۳ بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۴۴۱)

خطبہ اور جمعہ میں فصل ہونا

سوال:۔ جمعہ اور خطبہ میں زیادہ فصل ہو جائے تو کیا خطبہ کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب:۔ خطبہ اور جمعہ میں معتد بہ فصل ہو جانے سے اعادۂ خطبہ ضروری ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج۴ ص۱۱۳ بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۷۶۱)

غیر خطیب کی امامت جمعہ

خطبہ جمعہ دینے والے کے علاوہ دوسرے شخص کی امامت جائز ہے بشرطیکہ نماز پڑھانے والا شخص خطبہ میں حاضر ہوا ہو، خواہ کل خطبہ میں یا بعض میں۔ (احسن الفتاوی ج۴ ص۱۱۱)

کیا امام جمعہ سنّت پڑھنے والوں کا انتظار کرے

خطیب کو انتظار کرنا سنت پڑھنے والوں کی فراغت کا لازم نہیں ہے، جب مقررہ وقت ہو جائے خطیب خطبہ کیلئے کھڑا ہو سکتا ہے، اس پر کچھ مواخذہ اور گناہ نہیں ہے کیونکہ امام متبوع ہے، تابع نہیں ہے، مقتدیوں کو تو یہ حکم ہے کہ جس وقت خطیب جمعہ کیلئے منبر پر آجائے تو نوافل وسنن نہ پڑھیں، لیکن خطیب کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ فراغت کا انتظار کرے، اگر دو چار منٹ کا امام صاحب انتظار کرلیں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن انتظار نہ کرنے سے امام گنہگار نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۵ ص۶۴ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۱۱۱ باب الجمعۃ۔ رد المحتار ص۷۶۶ ج۱)

خطبہ پڑھنے کا طریقہ

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو چشمِ مبارک سرخ ہو جاتی، آواز بلند اور طرزِ کلام میں شدت آجاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر حملہ کرنے والا ہے اور آپ مخاطبین کو اس خطرۂ عظیم سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ (مسلم شریف ج۱ ص۲۸۴)

پرجوش مقرروں کی طرح آپ ہاتھ تو نہیں پھیلاتے تھے، البتہ سمجھانے یا آگاہ

کرنے کے موقع پر انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے لہٰذا اگر عالم خطیب حسبِ موقع حاضرین کو خطاب کرے اور خطبہ کو ترغیب و ترہیب کے انداز میں پڑھے تو جائز اور مسنون ہے لیکن دائیں یا بائیں رُخ پھیرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں "بدائع" میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ کیوقت قبلہ پشت ہوکر اور لوگوں کی طرف رخ کرکے کھڑے رہتے تھے (ج ۱ ص ۲۶۴) اس لئے علامہ ابن حجر رح وغیرہ محققین دائیں بائیں رخ کرنے کو بدعت کہتے ہیں (شامی ج ۱ ص ۵۹۵) ہاں رخ سامنے رکھ کر دائیں بائیں نظر کرنے میں حرج نہیں ہے (رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۵) نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ترغیب و ترہیب کے مضامین وہی شخص صحیح انداز میں ادا کرسکتا ہے جو معنی اور مضمون سے واقف ہو۔ ناواقف شخص ایسی غلطی کرسکتا ہے جو واقف کی نظر میں مضحکہ انگیز ہو۔ لہٰذا خطبہ میں جو بھی انداز اختیار کیا جائے وہ سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۶۴)

کیا خطبہ میں جہر شرط ہے؟

خطبہ میں اس قدر جہر (زور سے پڑھنا) شرط ہے کہ پاس بیٹھنے والا سُن سکے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۳۴)

غلطی پر خطیب کو لقمہ دینا

چونکہ خطبہ میں کوئی متعین مضمون پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک مضمون میں خطیب رک گیا (اور آگے چل نہ سکا) تو اور کچھ پڑھ سکتا ہے۔

لہٰذا لقمہ دینے کی ضرورت نہیں، اور حالتِ خطبہ میں ہر قسم کا تکلّم (بات چیت کرنا) ناجائز ہے اسلئے لقمہ دینا بھی ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۱)

کیا مکبّر کیلئے امام کی اجازت ضروری ہے

سوال :- جمعہ و عیدین میں بلا اجازتِ امام، تکبیر پکار کر رکوع و سجدہ میں کہنا تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم امام فرماتے ہیں بلا اجازت امام تکبیر پکارنے سے مکبّر کی نماز نہیں ہوتی، صحیح کیا ہے؟

جواب :- نمازیوں کی سہولت اور اطلاع کیلئے تکبیر پکار کر کہنا درست ہے، اس میں امام کی اجازت ضروری نہیں ہے، اس عالم امام کا مذکورہ قول غلط ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۱۵۰)

عید کا خطبہ کسی نے دیا اور نماز کسی اور نے پڑھائی

اسطرح نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر و مناسب یہ ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے، (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۱۸۴ بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۷۶۱)

کیا امام دو جگہ عید کی امامت کر سکتا ہے

دو جگہ عیدین یا جمعہ کی نماز دو مرتبہ نہیں پڑھا سکتا، اگر ایسا کیا تو دوسری مرتبہ والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی کیونکہ امام کی دوسری نماز نفل ہوئی اور نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض اور واجب پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی،

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۲۲۴)

اُجرت پر جمعہ وعیدین پڑھانا

امامت پر اجرت لینا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۲۲۴)

مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے

افضل یہ ہے کہ امام وخطیب ایک ہی ہونا چاہیئے تاہم اگر مراہقِ ذی شعور خطبہ پڑھے اور بالغ آدمی نماز پڑھائے تب بھی درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۳۴۲)

امام کا خطبہ میں ذکر معاویہ کرنا

سوال:۔ حضرت مولانا دوست محمدؒ اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہ نے جو خطبات شائع کیے ہیں جن میں سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بقیہ تین صاحبزادیوں کے نام بھی درج ہیں، اور صحابہؓ میں سے باقی صحابہؓ کے ساتھ حضرت سیدنا معاویہؓ کا نام درج ہے۔
یہ خطبات جمعہ میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو صرف مباح کی حد تک یا موجودہ حالات کے پیشِ نظر افضل ومؤکد ہے؟ اگر یہ جائز وافضل ہے تو ہمارے عمائدین متقدمین ومتاخرین کے زمانے میں جو خطبات مروج تھے ان میں مندرجہ بالا نام کیوں درج نہیں تھے؟ نیز یہ کہ ان خطبات سے اکابرِ سلفِ صالحین مثلاً حضرت تھانویؒ کے مسلک سے انحراف تو لازم نہیں آئے گا؟

الجواب:- ہر زمانہ کے خطبہ کے مضمون کی ترتیب میں اسلام میں پیدا ہونے والے فتنوں سے مسلکِ اہلِ سنت کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے چنانچہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اسمائے مبارکہ اور ان کے لئے دعا اور ان کے مناقب خطبہ میں لانے سے روافض وخوارج کی تردید اور مسلکِ اہلِ سنت کا اعلان مقصود ہے، سابق زمانہ میں جو فتنے تھے ان کی تردید کیلئے انہی صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا ذکر کافی تھا جو مطبوعہ خطبوں میں مذکور ہیں۔

موجودہ دور کا ایک نیا فتنہ ایک ایسی جماعت کا ظہور ہے جو اپنے آپ کو اہلِ سنت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے عقیدت کا دعویٰ کرتی ہے مگر قلوب بعض صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مسموم ہیں، بالخصوص حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے متعلق ان کے قلوب کی نجاست انکی زبان وقلم سے مسلسل اُبل رہی ہے۔

مسلکِ اہلِ سنت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ بدگمانی کی گنجائش نہیں، کسی صحابی کے بارے میں ذراسی بدگمانی بھی اللہ تعالےٰ کے غضب اور جہنم کی موجب ہے اس لیے یہ لوگ اہلِ سنت سے خارج ہیں، اور الحاد میں روافض کی راہ پر چل رہے ہیں، نیز روافض کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے سوا دوسری صاحبزادیوں سے بھی بغض ہے، اس لیے ان فتنوں کی تردید کے پیشِ نظر خطبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور بناتِ مکرمات رضی اللہ تعالےٰ عنہن کے مناقب اور فضائل کا ذکر اور ان کیلئے رضی اللہ عنہم کہنے کا معمول بنانا چاہیئے، اس سے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مسلک سے انحراف لازم نہیں آتا، بلکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ ان کے خطبات جس نظریہ پر مبنی ہیں۔ ان میں یہ اضافہ بھی اسی نظریہ کے تحت کیا گیا ہے جس کی تفصیل اوپر بتائی جاچکی۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۶)

بعد نماز جمعہ دعاء مختصر یا طویل؟

دعا میں زیادہ طول نہ دینا چاہیئے (فتاویٰ دارالعلوم ج۵ ص۱۰۹ بحوالہ ردالمحتار صفۃ الصلوٰۃ ج۱ ص۴۹۴)
اور یہ مسئلہ کفایت المفتی ج۳ ص۲۸۹ میں اس طرح ہے کہ:
"دعاء اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل ناگوار نہ ہو"

امام کا جمعہ کی ثانی دعاء کرانا

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھکر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر لیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا جیسا کہ بعض علاقوں میں اس کا رواج ہو چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب و شتم اور لعن وطعن کی نوبت آتی ہے یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہے اسکو چھوڑنا چاہیئے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۳ ص۲۰۳/۲۱)

امام جس وقت نماز سے فارغ ہو مع مقتدیوں کے سب اکھٹے دعا مانگیں پھر سنتیں اور نفلیں پڑھکر اپنے کاروبار میں جائیں، دوبارہ سہ بارہ دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اور نمازیوں کو مقید رکھنا دوسری تیسری دعا تک جائز نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج۴ ص۱۳۰)

امامت میں اپنے مسلک کی رعایت

سوال:۔ عیدین میں امام حنفی ہے اور نصف مقتدی سے زائد شافعی ہیں اور نصف سے کم

حنفی ہیں تو امام کو کس کے مذہب کے موافق، نماز پڑھانی چاہیئے؟

جواب:- عیدین کی نماز میں امام حنفی اپنے مذہب کے موافق تکبیراتِ زوائد کہے یعنی تین تین تکبیرات ہر رکعت میں علاوہ تکبیرِ افتتاح اور رکوع کے۔

مقتدی جو شافعی المذہب ہیں وہ اپنے مذہب کے موافق تکبیرات پوری کرلیں اگر ان کے نزدیک یہ جائز ہو کہ حنفی امام کے پیچھے تکبیرات پوری کرلی جائیں الغرض امام حنفی کو ان کے مذہب کا اتباع ضروری نہیں ہے، لیکن امام اگر انکی رعایت سے ان کے مذہب کے موافق تکبیرات کہے گا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۵ ص۲۲۹ بحوالہ ردالمحتار باب العیدین ج ص۱۱۴)

اگر امام تکبیراتِ عیدین بھول جائے؟

سوال:- اگر امام، نمازِ عید کی تکبیراتِ زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئیں تو کیا رکوع میں یہ زوائد تکبیرات کہے، اور رکوع کی تسبیحات کو چھوڑ دے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر اور تکبیرات کہہ کر پھر رکوع کا اعادہ کرے؟

جواب:- ایسی صورت میں نہ تکبیراتِ زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کھڑا ہو کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے، کہ ہر صورت میں نمازیوں کو پریشانی ہوگی اور ان کی نماز خراب ہونے کا قوی امکان رہے گا۔ ایسی حالت میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا، اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں، جو کہ بحر، بدائع، فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔ لیکن ردالمحتار ص۵۶۱/۱ میں علامہ شامی نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۳ ص۳۰۷)

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال:- اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو امام کو سجدہ سہو

کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدہ سہو کرلیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کیلئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۳۴۰ بحوالہ طحطاوی ص ۲۵۳)

عیدین میں دعا کس وقت کی جائے؟

سوال:۔ عیدین میں امام دعا کس وقت کرائے نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

جواب:۔ عیدین کی نماز کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے، خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے کا استحباب ان ہی حدیثوں اور روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا ہے، اور نماز کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے، حصن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے اکابر حضرات کا یہی معمول رہا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۵ ج ۵ بحوالہ ردالمحتار ص ۹۵ ج ۱)

نقش و نگار والے مصلے پر نماز پڑھنا

مصلوں پر جو کعبہ وغیرہ کا نقشہ ہوتا ہے چونکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک مصنوعی نقشہ ہے لہٰذا احترام ضروری نہیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اسکی عظمت ہوتی ہے اہانت کا خیال بھی نہیں ہوتا اس لیے اگر نادانستہ اتفاقاً پیر پڑجائے تو گناہ نہیں ہوگا، اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسے مصلے پر نماز نہ پڑھی جائے کہ خشوع وخضوع میں خلل ہوگا اور نماز کی روح خشوع و خضوع ہے اور بغیر اس کے نماز بے جان ہے۔

نمازی کے سامنے نقش ونگار کا ہونا، نمازی کی توجہ اور خیال کو اپنی طرف متوجہ کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر خوبصورت پردہ دیکھ کر فرمایا اس کو ہٹالو اس کے بیل بوٹے میری نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف ص ۵۴ ج ۱)

آپؐ نے پھول دار چادر بھی اپنے لئے پسند نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر مجھے نماز میں غافل کرتی ہے۔ (صحیح مسلم شریف ص ۲۰۸ ج ۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ محراب مسجد اور قبلہ کی دیوار کے نقش ونگار کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ چیزیں نمازیوں کے خیالات اور توجہات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھول دار چادر کو اتار دینے پر یہی علت بیان فرمائی تھی کہ اس کے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹا دی (نووی شرح مسلم)، فتاوی رحیمیہ ص ۴۴ ج ۳ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۴۲ ج ۲

کعبہ کی تصویر والے مصلّوں پر نماز پڑھنے میں شرعًا کوئی حرج نہیں، اور اس تصویر سے خانہ کعبہ کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(فتاوی محمودیہ ص ۱۱۱ ج ۱۷)

امام چوکی پر اور مقتدی فرش پر

سوال :۔ گرمی اور برسات میں بچھو اور سانپ کے خوف سے اگر عشا اور صبح کی نماز امام صاحب، مسجد کے فرش پر چوکی بچھا کر پڑھائیں اور مقتدی فرش پر پڑھیں، تو کیا

حکم ہے؟

جواب:- اگر وہ چوکی ایک ذراع (۴۶ سینٹی میٹر) کے بقدر اونچی ہے تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے، بہر حال ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۳ بحوالہ رد المحتار باب یفسد الصلوٰۃ ص ۶۰۴ ج ۱)

امام فرش پر اور مقتدی مصلّے پر

اگر امام کے نیچے جائے نماز ہو اور مقتدیوں کے نیچے نہ ہو یا بر عکس ہو تو نماز دونوں صورتوں میں صحیح ہے، فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۱ اس لئے کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی صرف جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے خواہ اس پر جا نماز بچھی ہو یا نہ ہو۔ (حاشیہ فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۱۱۱)

امام کا بیچ کی منزل میں کھڑا ہونا

سوال:- ایک مسجد تین منزلہ ہے، بیچ کی منزل میں امام کھڑا ہوتا ہے، اور نیچے کی منزل میں اور اوپر کی منزل میں مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، تو نیچے کے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ طریقہ مذکور پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اقتدار صحیح ہو جائے گی، مگر امام کو نیچے کی منزل میں کھڑا ہونا چاہیئے، بالائی منزل پر بلا ضرورت کھڑا نہ ہو،
مسجد کی اصل وضع اور اُمت کے متوارث تعامل کے خلاف ہے،

(احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۲۸۱)

مسجد کی بالائی منزل میں جماعت

گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ یا صحنِ مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشا اور

تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔

ہاں! جن صاحب کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جاکر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے، یہ مجبوری ہے۔

کعبہ شریف کے اوپر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے ہاں! اگر تعمیر اور مرمت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح سے کوئی بھی مسجد ہو، اسکی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے۔

گرمی کی شدت سے چھت پر جماعت نہ کریں، مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کیوجہ سے چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔

بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور جب مشقت بڑھ جاتی ہے تو اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اس کو مجبوری نہیں کہا جا سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۳۲۲ پر ہے کہ تمام مسجدوں کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے ہاں اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کیلئے وسعت نہ ہو تو ضرورتاً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

گرمی میں مسجد کے صحن میں با جماعت نماز بغیر حرج کے صحیح ہے، اگر کسی جگہ صحن، داخلِ مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور گروہ نہ ہو۔ تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کرلیں (تو وہ مقام مسجد میں داخل ہو جائے گا) اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۳ ص۱۳ بحوالہ کبیری ص۳۹۲ و مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص۱۴۸)

اگر مسجد کے اوپر مستقل مسقف منزل نہ ہو تو ایسی حالت میں بلا ضرورت مسجد کے اوپر چڑھنا اور نچلی منزل میں حبس (گرمی) وغیرہ کی وجہ سے بالائی منزل میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ البتہ مسجد کے اندر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ مقتدیوں کا مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۸۷)

اگر مسجد میں امام کے نیچے کی منزل خالی ہو

سوال:- مسجد کے نیچے دو ایک منزلہ مکان ہے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ٹھوس نہیں ہے، بلکہ خالی ہے، اس میں کچھ حرج تو نہیں ؟

جواب:- اگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ نیچے سے خالی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، ٹھوس ہونا اس جگہ کا ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۶۶)

امام کا درمیانِ محراب سے ہٹ کر کھڑا ہونا

سوال:- امام کو نماز کیلئے محراب کا نصف حصہ چھوڑ کر دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟ اگر محراب کے اندر ہی منبر بنا ہو جیسا کہ اکثر مسجدوں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں امام کو کس جگہ کھڑا ہونا چاہیئے ؟

جواب:- محراب سے مقصد یہ ہیکہ امام صف کے ٹھیک بیچ میں کھڑا ہو، اور یہ سنت ہے، پس اگر محراب صحیح طور پر صف کے درمیان میں ہے تو محراب کے عین درمیان کو چھوڑ کر دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ منبر محراب کے اندر ہو یا ہو، بہر حال محراب کے درمیان کھڑا ہونا چاہیئے۔

اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ امام منبر کو چھوڑ کر بقیہ محراب کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے یہ مکروہ ہے، اسکی اصلاح لازم ہے، اور اس مسئلے کی اشاعت ضروری ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تعمیر مساجد میں اس اصلاح کی اشد ضرورت ہے کہ منبر کی جگہ دائیں جانب چھوڑ کر مسجد کے ٹھیک درمیان میں اسطرح محراب بنائیں کہ محراب کا عین وسط جہاں امام کھڑا ہوگا۔ وہاں سے مسجد کا

دونوں طرف فاصلہ برابر ہو" (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۹۳ بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۵۳۱)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا

سوال:- امام کے محراب کے اندر کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

جواب:- امام پاؤں محراب سے باہر رکھے، بلا عذر محراب میں پاؤں رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے، وجہِ کراہت میں دو قول ہیں۔

(۱) محراب میں کھڑے ہونے سے دونوں طرف کے مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ رہتی ہے، البتہ اشتباہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲) اہل کتاب سے تشبہ ہے اس بنا پر جانبین میں مقتدیوں کیلئے کوئی اشتباہ نہ ہونے کے باوجود بھی امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے۔

اگر قدم محراب کے باہر ہوں تو کراہت نہیں رہتی ج۳ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۱ بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۶۰۴)

نمازیوں کی کثرت کیوجہ سے امام کا در میں کھڑا ہونا

سوال:- رمضان المبارک میں نمازیوں کی کثرت اور مسجد کا فرش چھوٹا ہونے کی وجہ سے امام کو مسجد کے در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- امام کے در میں کھڑے ہونے کو شامی میں مکروہ لکھا ہے اور امام اعظمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے، اس لئے امام کو چاہیئے کہ اگر ضرورت در میں کھڑے ہونے کی ہو، نمازیوں کی کثرت وغیرہ کی وجہ سے تو قدم در سے باہر رکھے اور سجدہ اندر کے حصے میں کرے، تو بہتر ہے۔

ورنہ بضرورت در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن بچنا اس سے بہتر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۱۲۹ بحوالہ رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ج۱ ص۶۰۴)

جگہ کی تنگی کیوجہ سے امام کا درمیان میں کھڑا ہونا

سوال :- ہجوم کی وجہ سے صفوں کا توازن نہ ہو، امام و مقتدی برابر کھڑے ہو جائیں یعنی چھوٹی مسجد کی توسیع ہوئی جس میں سابقہ مسجد صرف بائیں جانب آئی اور مسجد موجودہ کے عین محراب کے مقابل صرف امام اپنے بائیں دو آدمی کھڑے کر کے جماعت کرائے جو فی الوقت خارجی جگہ مسجد کی سیڑھیوں کا راستہ ہے ایسی صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب :- بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، مگر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بلاکراہت جائز ہے، (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۲۸۱)

امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیئے، دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں ہاں ایک طرف زیادہ مقتدیوں کا کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو دونوں طرف مقتدی برابر ہوں۔ پھر بعد میں جو آکر شریک ہوں ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں۔ اور امام کا حد سے زیادہ جہر یا حد سے زیادہ اخفاء (آہستہ یا زور سے) دونوں خلاف سنت ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم، ج ۳ ص ۳۴ بحوالہ رد المختار ج ۱ ص ۳۳۰)

جس مسجد میں محراب نہ ہو امام کیسے کھڑا ہو؟

سوال :- ایک مسجد میں امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی نہیں ہے امام صاحب ایک قدم کے قریب مقتدیوں سے آگے کھڑے ہوتے ہیں آدھی صف اس کے دائیں اور آدھی صف بائیں، بیچ میں جگہ خالی ہے تو کیا نماز درست ہے؟

جواب :- جب مسجد اتنی تنگ ہے تو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا درست ہے جس طرح ایک

مقتدی ہو تو داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام آدمی داہنی طرف اور بائیں طرف کھڑے ہو جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۷۶)

امام کے دائیں یا بائیں کھڑا ہونا

سوال:- مسجد کی تنگی کیوجہ سے دو صفیں نہیں ہوسکتیں اس لیئے امام کے دائیں بائیں پیچھے کو خالی چھوڑ کر صف کر لیتے ہیں۔ آیا اس طرح نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

صف اول ، مقتدی ، امام ، مقتدی

جواب:- صف کو بھرنے اور خالی جگہ کو پر کرنے کی بہت تاکید آئی ہے اس لیئے درمیان میں جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے اگر عذر ہو اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی ہو تو امام کو زیادہ آگے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسقدر آگے ہو جائے کہ امام کے پیر مقتدی کے پیروں سے آگے رہیں یعنی ایڑی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۴۳)

مقتدی کے کہنے پر امام کا نماز میں آگے بڑھنا

سوال:- امام صاحب حسب قواعد شرعیہ ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھا رہے تھے دوسری رکعت کی قرارت ختم ہونے سے پہلے ایک اور مقتدی آکر شامل جماعت ہونا چاہ رہا تھا کیونکہ پہلے مقتدی کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں تھا اس لیئے دوسرے مقتدی نے امام صاحب سے کہا آپ ایک قدم آگے بڑھ جایئے چنانچہ امام صاحب نے ایک قدم بڑھ کر قرارت بدستور جاری رکھی اور نماز ختم کردی۔ زید کہتا ہے کہ سب کی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ مقتدی کو بجائے کہنے کے ہاتھ سے اشارہ کرنا چاہیئے تھا" کیا نماز کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب :- اس صورت میں بعض فقہاء کا قول نماز کے فاسد ہونے کا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہو گئی۔
واقعی اس مقتدی کو اشارہ سے امام صاحب سے آگے بڑھنے کو کہنا چاہئے تھا۔ لیکن بہرحال نماز ہو گئی اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۴۸ بحوالہ ردالمحتار باب الامامت ج ۱ ص ۵۴۳)

اگر امام کے ساتھ ایک شخص ہو

سوال :- اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی نماز پڑھتا ہو اور دوسرا آجائے یا جماعت کی پوری صف بھر گئی ہو اور ایک نمازی بعد میں آئے تو اس کو اگلی صف میں سے مقتدی کو کھینچنا ضروری ہے یا نہیں؟
جواب اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے پھر دوسرا آجائے تو بہتر یہ ہے کہ پہلا مقتدی پیچھے ہو جائے اور دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں اور اس میں یہ شرط لکھی ہے کہ اگر مقتدی کی نماز کے فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو پیچھے کو ہٹا دے ورنہ نہ ہٹائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کرنے کی ضرورت اس وقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ پیچھے ہٹ جائے گا اور اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔
اسی طرح صف میں اکیلے کھڑے ہونے کا حکم ہے اگر صف میں سے کوئی شخص اس کے پیچھے ہٹانے سے بے تکلف ہٹ جائے تو ایسا کرے ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے جیسا کہ شامی میں اسکی تفصیل موجود ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۵۸ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳۱)
(مطلب یہ ہے کہ اگر پیچھے آنے کی جگہ ہے تب تو مقتدی پیچھے ہٹ آئیں اور اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہیں ہے تو پھر امام کو آگے بڑھنا چاہیئے اور اگر اسکی بھی گنجائش نہیں ہے تو دوسرا مقتدی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے

ذرا پیچھے ہٹ کر جیسا کہ پہلا مقتدی کھڑا ہے)

صرف عورت یا بچہ مقتدی ہو تو کہاں کھڑا ہو

سوال :- زید اپنے گھر میں جماعت سے نماز پڑھا رہا ہے، اگر مقتدی صرف ایک نابالغ لڑکا یا صرف ایک عورت ہو یا بچہ اور عورت دونوں اقتداء کریں تو یہ کہاں کھڑے ہوں؟ محرم اور غیر محرم عورت میں کیا کچھ فرق ہے؟

جواب :- بچہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور عورت امام کے پیچھے، عورت محرم ہو یا غیر محرم دونوں کا یہی حکم ہے" (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۲۹۹ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۰)

مقتدی ایک مرد یا ایک بچہ ہو تو کیسے کھڑے ہوں

سوال :- مسجد میں جماعت کے وقت امام کے علاوہ ایک مرد اور ایک نابالغ لڑکا موجود ہے انکی صف بندی کس طرح کرنی چاہیئے؟

جواب :- مرد اور نابالغ بچہ دونوں مل کر کھڑے ہوں ۔ (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۳۰۰ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۴)

اقتدار کے شرعی حدود

سوال: اقتدا کیلئے شرعی کیا حدود مقرر ہیں۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں کون سی جائز ہے اور کون سی ناجائز؟

۱۔ امام بلند مقام پر ہے مقتدی نیچے، خواہ دائیں یا بائیں یا پیچھے پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ امام سے قریب ہوں خواہ درمیان میں دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو، دوسری صورت یہ کہ امام سے دور ہوں خواہ دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو۔

۲۔ امام نیچے کے مقام پر ہے اور مقتدی اوپر اسکی بھی مذکورہ بالا چار صورتیں ہوں گی،

۳۔ افریقہ میں اکثر مکانات کا زیریں حصہ فرش، کاٹ اور چوبیں کا ہوتا ہے۔ اور اس کے نیچے زمین تک قدِ آدم کی برابر کم وبیش مجوف ہوتا ہے۔

ایسی صورتوں میں جماعت خانہ کے زیریں حصہ میں بھی مقتدی کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ مسجد کے متصل رہنے والا یا دور رہنے والا مگر ایسا کہ تکبیراتِ انتقال وغیرہ سُن سکتا ہے۔ ایسا شخص اپنے مکان میں اقتدا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ۱ و ۲۔ امام اگر تنہا اونچے مقام پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی ہوں تو پھر کسی حال میں کراہت نہیں ہے۔

دور اور نزدیک جب کہ صفوف متصل ہوں دونوں درست ہیں۔

۳۔ اس میں بھی وہی جواب ہے کہ اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی ہیں تو حصہ زیریں (نیچے کا حصہ) میں کھڑے ہو کر اقتدار کرنا درست ہے۔

۴۔ مسجد کے امام کی، اپنے مکان میں رہتے ہوئے اقتدا نہیں کر سکتا، لیکن

اگر مقتدیوں کی صف، اس کے مکان تک مل جائے تو اُس وقت، اپنے مکان میں رہتے ہوئے امامِ مسجد کی اقتدا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۵۶)

مقتدی کے امام سے آگے بڑھ جانے کا حکم

سوال: مسجد میں جماعت کے دوران دوسری منزل کے نمازی امام سے کچھ آگے بڑھ گئے، ان کی نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟

جواب: اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہوگئی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اگر ایڑی برابر ہو تو نماز ہو جائے گی، اگرچہ مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں سے آگے ہوں،

البتہ اگر مقتدی اور امام کے پاؤں میں اتنا زیادہ تفاوت ہو کہ دونوں کی ایڑیاں برابر ہونے کے باوجود مقتدی کے پاؤں کا اکثر حصہ امام کے پاؤں سے آگے بڑھ گیا تو نماز نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۸ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۴)

نماز کے اوقات کون مقرر کرے؟

بہتر یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب کی متفقہ رائے سے شریعت کے مطابق، وقت مقرر کیا جائے۔ اگر مقتدی ناواقف ہوں اور شرعی وقت کی شناخت نہ رکھتے ہوں تو امام وقت مقرر کر کے اعلان کر دے اور اس کی سب پابندی کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲)

مقررہ وقت سے پہلے نماز پڑھانا

اگر نماز کا وقت ہی نہ ہوا ہو تو نماز پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے۔ اگر وقت تو ہو گیا لیکن کسی عارض کی وجہ سے وقتِ مقررہ سے دو چار منٹ پہلے امام نے نماز پڑھادی اور پابندِ جماعت نمازی بھی آچکے تھے، تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اگر پابندِ جماعت نمازی نہیں آئے تھے، تو وقتِ مقررہ تک ان کا انتظار کرنا چاہیئے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳)

کیا امام پر متعین وقت کا اہتمام ضروری ہے

عموماً مساجد میں جب امام صاحب نماز کے صحیح وقت پر نہیں پہنچتے تو نمازی اعتراض کرتے ہیں، اُن کو دو چار منٹ انتظار کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے، حالانکہ انتظار نماز کی حدیث ہے۔ اور اذان کے بعد پورے وقت میں کسی وقت بھی جماعت کرنے کی اجازت ہے اور وقت کا تعیّن محض سہولت کے لیے ہے، تاکہ نمازی اس وقت پر جمع ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ:

ملے امام کا انتظار کیا جانا چاہیئے یا نہیں؟ اور کتنا انتظار کیا جائے؟

ملے کیا امام پر گھڑی کے وقت کی ایسی پابندی کہ دو چار منٹ بھی تاخیر نہ ہو، از روئے شرع ضروری ہے؟

ملے جو امام اکثر دو چار منٹ دیر سے مسجد میں پہنچ کر نماز پڑھاتا ہو اس کو کس بات کی احتیاط ضروری ہے؟

ملے جو نمازی تاخیر پر مسجد میں شور و غل مچاتے ہیں اور چرچا کرتے ہیں،

اُن کا کیا حکم ہے؟

نمبر ۵ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور قرونِ اولیٰ میں کس طرح عمل رہا ہے؟

نمبر ۶ فقہاءِ کرام اس مسئلہ میں کیا تفصیل بتاتے ہیں؟

جواب: حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک اور قرونِ اولیٰ میں نیز حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں نہ دنیوی مشاغل زیادہ تھے اور نہ ہی گھڑیاں تھیں، اس لیے جماعت کا اصول یہ رہا کہ وقت ہو جانے کے بعد اذان ہوئی اور اس کے بعد نمازیوں کا اجتماع ہو گیا، جماعت ہو گئی۔

اِس زمانہ میں ایک طرف دنیوی مشاغل میں مصروفیت، انہماک اور دوسری جانب دین سے غفلت اور بے اعتنائی کے پیشِ نظر گھڑیوں کی سہولت سے استفادہ ناگزیر ہو گیا ہے، لہٰذا آج کل کے حالات کے پیشِ نظر گھڑی سے وقت کی تعیین اور امام کے لیے وقتِ معیّن کی پابندی ضروری ہے۔

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگوں کے اجتماع کو ملحوظ رکھا جاتا تھا، اب چونکہ گھڑی کے معیّن وقت پر ہی نمازی جمع ہو جاتے ہیں، لہٰذا یہ امر بھی اس کو مقتضی ہے کہ معیّن وقت سے تاخیر نہ کی جائے۔

علاوہ ازیں قرونِ اولیٰ کے ائمہ تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور اِس زمانہ کا امام تنخواہ دار ملازم ہے، اس لیے بھی اس پر متعیّن وقت کی پابندی لازم ہے، البتہ نمازیوں کو امورِ ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے:

نمبر ۱۔ اگر کبھی بتقضائے بشریت امام کو چار پانچ منٹ تاخیر ہو جائے تو بے صبری اور چیخ و پکار کے بجائے صبر و تحمّل سے کام لیں۔

اور اس تاخیر کو کسی عذر پر محمول کر کے امام پر زبان درازی اور طعن سے احتراز کریں۔

۲۔ اگر امام ہمیشہ تاخیر سے آنے کا عادی ہو تو اس کو اچھے اور نرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ اگر سمجھانے کے باوجود امام کی روش نہیں بدلتی ہو تو منتظمہ امام کو معزول کر سکتی ہے مگر اس صورت میں بھی امام سے متعلق بدزبانی اور اس کی غیبت ہرگز جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ج۳ ص۳۰۱)

اگر امام ٹھیک وقت پر تیار ہو کر نماز کے لیے مسجد میں پہنچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وقت سے پہلے مسجد میں نہ آنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ اذان سُن کر فوری تیاری شروع کر دینا چاہیے۔ تاکہ عین وقت پر مقتدیوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ (فتاوی محمودیہ ج۲ ص۹۱)

نماز شروع کرنے میں امام متولّی کا پابند نہیں

نماز کے اوقات شریعت کی جانب سے مقرر ہیں، مگر اس میں وسعت ہے، اس لیے ایسے وقت نماز شروع کی جائے کہ شرع کے نزدیک وہ وقت مستحب ہو اور پابندِ جماعت نمازی اکثر اس وقت آجاتے ہوں۔ اگر متولّی جماعت شروع کرانے میں اس کی رعایت رکھتا ہے تب تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کی رعایت نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنی آمد پر موقوف رکھتا ہے خواہ وقت مستحب ہو یا غیر مستحب، خواہ اکثر جماعت کے پابند نمازی آگئے ہوں یا نہ آئے ہوں، بلکہ جب خود آگیا تو نماز فوراً شروع کرادے، اور جب تک خود نہ آئے تو امام کو انتظار کا حکم دے، اگرچہ وقتِ مستحب نکل کر وقتِ مکروہ میں داخل ہوگیا، یا ابھی وقتِ مستحب شروع ہی نہیں ہوا تو ایسی حالت میں اس کی رعایت شرعاً پسندیدہ نہیں۔ اور امام کو اس میں اس کی اتباع بھی نہیں کرنی چاہیے۔ نماز شروع

کرنے میں امام مستقل ہے متولی یا اور کسی کے تابع نہیں، بلکہ سب لوگ امام کے تابع ہیں. تاہم امام کو ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے تمام مقتدیوں کو تکلیف ہو.
(فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۲۶)

امام کا کسی فرد کے لیے جماعت میں تاخیر کرنا

سوال: اکثر جُہلاء متولیان، امامِ عالم پر حکومت کرتے ہیں. مثلاً نماز کے اوقاتِ مقررہ پر جب امام نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو متولی کہتا ہے کہ امام صاحب ذرا ٹھہریے، فلاں نہیں آیا ہے. کیا انتظار جائز ہے؟

جواب: نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لیے تاخیر کی جا سکتی ہے. (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۲)

جو شخص متولی ہو کر اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گنہگار ہے، اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہے. ہاں عام مسلمانوں کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں، تکلیف نہ ہو، اور وقت بھی مکروہ نہ ہو جائے. مگر رئیسوں اور دنیا داروں کا انتظار نہ کرے. وقت پر سب آجائیں یا اکثر آجائیں تو نماز پڑھائے. (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۷)

کیا امام کے لیے عمامہ ضروری ہے؟

۱. عمامہ مستحب ہے.
۲. عمامہ باندھکر نماز پڑھانا، بطور عادت ثابت ہے نہ کہ بطور عبادت.
۳. عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اولیٰ اور مستحب ہے.

۴۔ بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

۶۔ امرِ واجب کا سا معاملہ امرِ مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

۷۔ جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

۸۔ کبھی کبھی مستحب کے مقابل رُخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہیے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے فساد پر آمادہ ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۵)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے، لیکن بغیر عمامہ کے بھی بلا کراہت درست ہے، البتہ جس جگہ عمامہ کا اتنا رواج ہو کہ بغیر عمامہ کے کسی معزز مجلس میں جاتے ہوں بلکہ اپنے گھر سے بھی نہ نکلتے ہوں تو ایسی جگہ بغیر عمامہ نماز پڑھانا اور پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۴۱)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے، لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تاکہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۳۵)

رُومال لپیٹ کر نماز پڑھانا

سوال: ایسا رُومال لپیٹ کر نماز پڑھائے کہ جس سے سر کا درمیانی حصّہ کُھلا رہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: ٹوپی پہننی چاہیئے۔ نماز کے وقت اس طرح سر پر رُومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی

حصہ کھلا رہے، یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۸۵ ج۱ بحوالہ قاضی خاں ص۶۷ ج۱)

عمامہ اور شملہ کی لمبائی کی حد

سوال: کتنا لمبا عمامہ باندھنا سُنّت ہے اور اس کا کتنا شملہ پیچھے چھوڑنا مسنون ہے۔ اگر کوئی سُرین تک چھوڑے تو نماز میں نقصان آتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے اگر شملہ سوا بالشت سے زیادہ چھوڑے تو نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے۔ اس بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: دُرِّ مختار میں ہے عمامہ کا شملہ پیچھے چھوڑنا مستحب ہے اور وسطِ ظہر یعنی کمر کے درمیان تک شملہ کا ہونا مستحب ہے۔ اور بعض نے کہا ہے ایک بالشت ہوگا۔ اور اس شخص کا یہ کہنا کہ اگر سوا بالشت سے زیادہ شملہ چھوڑے تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی، غلط ہے۔ وسطِ ظہر تک ہونا شملہ کا یا ایک بالشت ہونا، یہ سب امورِ مستحبہ میں سے ہیں۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اور نماز میں کچھ کراہت نہیں آتی۔ ایک قول شملہ کے بارہ میں دُرِّ مختار میں یہ بھی ہے کہ موضعِ جلوس تک شملہ کا ہونا مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کمر کی جڑ تک یعنی سُرین کے شروع تک بھی شملہ کا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ شملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اسی طرح عمامہ کے طول (لمبائی) کی شرعاً کوئی خاص حد نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا عمامہ کبھی بارہ ہاتھ کا ہوا ہے اور کبھی سات ہاتھ کا، اور دوسروں کو آپ ؐ نے کسی متعین لمبائی والے عمامہ کا حکم نہیں فرمایا۔ پس جتنا لمبا عمامہ ہو اور جتنا باندھنے کی عادت ہو باندھ لے، کچھ وہم نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۳۶ ج۴ بحوالہ البحر الرائق باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ص۲۷ ج۲)

امام پر مُقتدی کی رعایت

سوال: جو امام قراءت ختم کرنے کے بعد رکوع میں جاتے وقت لفظ اللہ اکبر کو اس قدر لمبا کرکے کہتا ہے کہ اکثر نمازی اس سے پہلے رکوع میں چلے جاتے ہیں. کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کی رعایت کے لیے معمولی قراءت اور دیر نہ لگا کر رکوع میں چلا جانا امام پر واجب ہے یا نہیں ؟

جواب: بے شک مقتدیوں کی رعایت، ایسے موقع پر مناسب ہے اور تکبیر کو زیادہ طویل نہ کرے، بلکہ مختصر کرے تاکہ مقتدیوں کی تکبیر پہلے ختم نہ ہو.
اور مقتدیوں کو مناسب ہے کہ دیر میں تکبیر شروع کریں تاکہ امام پر سبقت نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۹۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱)

امام کے لیے تسبیحات کی تعداد

منفرد (تنہا پڑھنے والے) کو اجازت ہے خواہ تین مرتبہ تسبیحات پڑھے یا پانچ یا سات یا اور زیادہ، مگر طاق پڑھے۔
البتہ امام زیادہ تسبیحات نہ کہے بلکہ اس کا لحاظ رکھے کہ مقتدی اطمینان کے ساتھ تین بار تسبیح پوری کرلیں۔
(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۶ بحوالہ ردّ المحتار ج ۱ ص ۴۶۲)

مستحب یہ ہے کہ امام پانچ بار تسبیح پڑھے. اگر تین بار کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو تین بار تسبیح کہنے کا موقع میسر آئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

امام صاحب سنتیں پڑھنے والے کا انتظار کریں یا نہیں؟

سوال: ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، ابھی دو بجنے میں تین منٹ باقی تھے، ایک شخص نے سُنتوں کی نیت باندھ لی، تیسری رکعت میں دو بج گئے۔ تو کیا امام صاحب کو اتنی تاخیر کرنے کی اجازت ہے یا نہیں کہ وہ شخص چار رکعت پوری کرلے؟

جواب: اس قدر اجازت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۱۴۴ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص۵۳)

مقتدی نہ آئیں تو امام تنہا نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال: ایک مسجد فاصلہ پر ہے، اس لیے اس میں جماعت اکثر نہیں ہوتی ہے امام جو وہاں مقرر ہے اس صورت میں مقتدیوں کے نہ پہنچنے پر تنہا نماز پڑھ لے تو ترکِ جماعت کا گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب: اس صورت میں ترکِ جماعت کا گناہ امام صاحب پر نہیں ہے بلکہ جب کوئی نہ آئے تو امام، اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھ لیا کرے، اس میں جماعت کا ثواب بھی اس کو حاصل ہوگا اور مسجد کا حق بھی ادا ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۵۳ بحوالہ ردّ المحتار باب احکام المسجد ج۱ ص۶۱۷)

امام کے لیے معین آدمی کا انتظار

سوال: کیا ایک شخص کے باعث جماعت میں تاخیر کرنا جائز ہے جبکہ مستقل

امام موجود ہو۔ اگر وہ شخص نہیں آتا تو بجائے ایک بجے کے ڈیڑھ اور دو بجے جماعت ہوتی ہے۔ اور اس کے بلانے کے لیے پے در پے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ یہ فعل شریعت کی نظر میں مذموم ہے یا ممدوح؟

جواب: وقتِ مقرر پر اگر اور نمازی آجائیں تو کسی خاص شخص کا انتظار جائز نہیں۔ مگر جب وقتِ مستحب میں گنجائش ہو اور قوم پر گرانی بھی نہ ہو، یا یہ شخص شریر اور فتنہ پرداز ہو تو کسی قدر انتظار میں مضائقہ نہیں۔ اگر وہ دینی امور میں مشغول رہتا ہے تو اس کو نماز کی اطلاع کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۲۲۳ بحوالہ طحطاوی ج۱ ص۲۲)

امام اگر کسی دنیادار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام اور مکبّر دونوں گنہگار ہیں، مگر نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۲۲۸)

آنے والے کے لیے قرأت یا رکوع لمبا کرنا

سوال: اگر امام نمازی کے آنے کی وجہ سے قرأت یا رکوع لمبا کرے کہ نمازی شامل ہو جائے، تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب: اگر امام نے کسی نمازی کو پہچان لیا، اور اس کی خاطر قرأت یا رکوع کو لمبا کیا تو مکروہ تحریمی ہے، البتہ بدون پہچانے لمبا کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۴)

امام کے سلام کے وقت اقتدا کرنا

سوال: امام صاحب نے نماز ختم کی پہلا سلام پھیرتے ہوئے ابھی "السّلام"

کا لفظ بولا "علیکم" نہیں بولا، کہ کسی نے اقتدار کی، اس کی یہ اقتدار صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ بالا اقتدار صحیح نہیں ہے۔ دوبارہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۰۵ ج۲ بحوالہ شامی ص۴۳۶ ج۱)

ذاتی رنجش کی بناء پر جماعت سے گریز

سوال: بعض لوگ ذاتی رنجش کی بناء پر اپنے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور دوسرے نمازیوں کو بھی بہکاتے ہیں کہ جب ہمارا دل صاف نہیں تو ہماری نماز نہیں ہوتی۔ تو کیا اُن کا یہ قول درست ہے؟

جواب: امام سے دل صاف نہ رکھنا اگرچہ بُرا ہے، لیکن نماز پھر بھی ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۸۲ ج۲)

بغیر وجہِ شرعی امام کے پیچھے نماز کا ترک

کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ اگر امام بے قصور ہو، اور لوگ اس کی اقتدار سے کراہت کریں تو گناہ، نماز چھوڑنے والوں پر ہے۔ اور اگر امام میں قصور ہو تو اس امام کو امامت کرنا ایسے لوگوں کی جو اس کی امامت سے ناخوش ہوں، مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۴۷ ج۳ بحوالہ ردُّ المحتار بابُ الامامت ص۵۲۲ ج۱)

امام و مقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہیئے؟

اگر امام پہلے سے مصلے سے قریب ہے تو جب مکبر

(تکبیر کہنے والا) حیّ علی الصَّلوٰۃ کہے، امام صاحب اور مقتدی سب کھڑے ہوجائیں اور اگر امام صاحب صفوف کی طرف سے آئیں تو جس صف پر امام پہنچتا جائے اس صف کے نمازی کھڑے ہوتے جائیں، یہاں تک کہ جب امام مصلے پر پہنچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں۔

اگر امام صاحب سامنے سے آئیں تو جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب نمازی کھڑے ہوجائیں، مصلے تک پہنچنے کا انتظار نہ کریں۔

پہلی صورت میں حیّ علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو لکھا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد نہ بیٹھا رہے (مثلاً کوئی شخص تسبیح پڑھ رہا ہے اور ختم ہونے سے پہلے تکبیر شروع ہوگئی تو وہ مکبر کے حیّ علی الصلوٰۃ پر پہنچنے تک اگر پوری کرسکے تو پوری کرلے، اس کے بعد نہ بیٹھا رہے) پس اگر شروع اقامت ہی کے وقت کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۸۱)

اصل یہ ہے کہ جس وقت مکبر حیّ علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے۔ لیکن احادیث میں تو صفیں سیدھی کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں۔ اس لیے تکبیر شروع ہونے سے پہلے ہی صفیں سیدھی کرلی جائیں، تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں، اور اس وقت کسی قسم کا شور نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۳۴)

امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں؟

امام کے قریب اہلِ علم اور اہلِ عقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے، لیکن اگر امام کے قریب دوسرے نمازی آگئے ہوں، تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ نماز ہر طرح ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۳۵۷)

فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ صـ۳۵۷ کے حاشیہ پر ہے کہ " امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا حق تو قانوناً بھی ان ہی کو ہے جو پہلے آئیں۔ اس لیے کہ امام کو وسط میں رکھنے کا حکم ہے۔ اور پھر اگر صف پوری ہو جائے تو دوسری صف بھی امام کے سامنے ہی سے شروع ہوتی ہے۔

لیکن اگر اہلِ علم کو دوسرے لوگ ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑا کریں تو یہ فعل بھی (ایسا کرنا) درست بلکہ مطلوب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۳ صـ۳۵۷ بحوالہ رد المختار باب جواز الایثار بالقرب ج۱ صـ۵۳۲)

جب کوئی شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹا دے، ہاں اگر وہ خود ہٹنے پر رضامند ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ صـ۱۹۶ بحوالہ طحطاوی صـ۳۰۴)

امام کے پیچھے مؤذّن کی جگہ متعیّن کرنا

مسجد میں کسی کے لیے بھی جگہ متعیّن کرنا جائز نہیں، مؤذّن اگر امام سے قریب رہنا چاہتا ہے تو دوسرے نمازیوں سے پہلے آجائے، ورنہ جہاں بھی جگہ ملے وہیں اقامت کہدے، اقامت کے لیے صفِ اول یا امام کے پیچھے (قرب کی) کوئی قید نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ صـ۹۵)

امام کا تکبیر کے وقت مُصلّے پر ہونا

یہ ضروری نہیں کہ جب امام مُصلّے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جب کہ مسجد میں موجود ہو، تکبیر کہنا درست ہے۔ امام تکبیر سُن کر خود مُصلّے پر آجائے گا، جیسا کہ دُرِّ مختار کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے: وَیَقُوْمُ الْاِمَامُ

وَالْمُؤْتَمُّ حِيْنَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اِذَا كَانَ الْإِمَامُ يَقْرُبُ الْمِحْرَابَ وَاِلَّا يَقُوْمُ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْإِمَامُ عَلَى الْاَظْهَرِ الخ.

(فتاویٰ دار العلوم ج۲ ص۱۱۲ بحوالہ ردّ المحتار ج۱ ص۴۴۴)

تکبیر کے بعد امام کا دیر تک رک کر نیت باندھنا

سوال: ایک شخص نے ظہر کی سنتوں کی نیت باندھی صرف ایک رکعت پڑھی تھی کہ تکبیر ہو گئی، جس وقت تک شخصِ مذکور کی چار رکعت پوری ہوئی امام صاحب مُصلّے پر نہیں گئے، جب وہ چاروں رکعتیں ادا کر چکا تب امام صاحب مُصلّے پر پہنچے اور پہلی تکبیر سے نماز ادا کی گئی۔ نماز ہو گئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز ہو گئی اور تکبیر کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۲ ص۱۴۳ بحوالہ ردّ المحتار بابُ الاذان ج۱ ص۳)

امام نے بغیر تکبیر کے جماعت شروع کر دی تو کیا حکم ہے

سوال: امام صاحب نے مُصلّے پر کھڑے ہو کر مقتدیوں کو تکبیر کے لیے کہا۔ تکبیر میں کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی، امام نے بقدرِ تکبیر تاخیر کر کے بوجہ ضُعفِ سماع کے نہ سُنا اور نیّت باندھ لی تو نماز یا ثوابِ جماعت میں کچھ حرج واقع ہو گا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز ہو گئی اور ثوابِ جماعت بھی مل گیا، اور اقامت جو کہ سُنّت ہے، متروک ہو گئی۔ لیکن بوجہ عدمِ سماع (نہ سُننے کی وجہ سے) ایسا ہوا اس لیے کچھ گناہ نہیں ہوا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۲ ص۹۲ بحوالہ عالمگیری مصری ج۱ ص۵ بابُ الاذان)

امام کے عمامہ باندھتے وقت اقامت ختم ہوگئی تو کیا حکم ہے

سوال: امام مُصلّے پر عمامہ یا رومال باندھ رہا تھا، مؤذن نے تکبیر ختم کردی، امام نے کہا پھر تکبیر کہو، تو کیا دوبارہ تکبیر کی ضرورت تھی؟

جواب: دوبارہ تکبیر کہنے کی اس صورت میں ضرورت نہ تھی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۱۱۶ بحوالہ ردالمحتار باب الاذان ج ۱ ص ۳۷۱، ۳۷۲)

امام کے قد قامت الصّلوٰۃ پر ہاتھ باندھنے کا حکم

سوال: اگر کوئی امام پوری تکبیر نہ ہونے دے، ہمیشہ قد قامت الصّلوٰۃ پر نیّت باندھ لے تو کیسا ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ تکبیر ختم ہونے پر امام نیّت باندھے اور اگر قد قامت پر نیّت باندھے تو یہ بھی جائز ہے، مگر پہلی صورت اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۱۱۳)

اصح اور معتدل مذہب یہ ہے کہ جب تک تکبیر سے فارغ نہ ہو اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے، کیوں کہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب و مسنون ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس وقت مُکبّر قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامہا اللہ وادامہا پڑھتے تھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۲۱۳ بحوالہ حدیث ابوداؤد و مشکوٰۃ

امام کس طرح نیّت کرے

اس طرح نیّت کریں (۱) میں خالص خدا کے لیے نماز پڑھتا ہوں (۲) فرض نماز پڑھتا ہوں (واجب وغیرہ ہوں تو اس کا خیال کرے) (۳) جس وقت کی نماز ہو (ظہر یا عصر وغیرہ) اس کا تصور کرے۔

وَكَفَىٰ مُطْلَقُ نِيَّةِ الصَّلٰوةِ لِنَفْلٍ وَسُنَّةٍ وَتَرَاوِيحَ وَلَابُدَّ مِنَ التَّعَيُّنِ عِنْدَ النِّيَّةِ لِفَرْضٍ وَلَوْ قَضَاءً وَوَاجِبٍ دُوْنَ عَدَدِ رَكْعَاتِهِ وَيَنْوِي الْمُقْتَدِي الْمُتَابَعَةَ (تنویر الابصار)

امام کو امامت کی نیّت کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیّت باندھ رہا ہے تو اس کو امامت کی نیّت کرلینی چاہیے تاکہ اس کو امامت کا ثواب مل جائے۔ ہاں! مقتدی کے لیے اقتداء کی نیّت کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۶۷ بحوالہ دُرِّ مختار مع شامی ج ۱ ص ۳۹۴)

نماز کی نیّت کس زبان میں ضروری ہے

نیّت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کہے تو بہتر ہے۔ اور زبان سے کسی زبان میں اردو فارسی وغیرہ میں کہہ لیوے تو کچھ حرج نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۱۴۹ بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۶۱)

امام کو مقتدی عورت کی نیّت کرنا

اگر عورت مرد کے محاذی نہ کھڑی ہو تو امام کو اس کی امامت کی نیّت کرنا ضروری

نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۴۹ بحوالہ رد المحتار باب فی النیۃ ج ۱ ص ۳۹۳)

حنفیہ کے نزدیک صحتِ نماز کے لیے امام کا امامت کی نیت کرنا اس حال میں شرط ہے جبکہ وہ عورتوں کی امامت کر رہا ہو۔ پس اگر عورتوں کا امام بننے کی نیت نہیں کی تو عورتوں کی نماز فاسد ہو گی، ہاں امام کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(کتاب الفقہ ج ۱ ص ۶۶)

حنفیہ کہتے ہیں کہ امامت کی نیت صرف ایک صورت میں لازم آتی ہے جبکہ کوئی شخص عورتوں کی امامت کر رہا ہو۔ تاکہ محاذات یعنی عورت کے مرد کے برابر کھڑے ہو جانے کے مسئلہ میں گڑبڑ نہ ہو۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۳۶)

زبان سے قلبی نیت کے خلاف کا حکم

نیت صرف ارادہ سے ہو جاتی ہے، زبان سے الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں، بلکہ زبان سے قلبی نیت کے خلاف بھی ہو جائے تو نماز ہو جائے گی۔ قلب کی نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی کے سوال کرنے پر فوراً بتا سکے کہ کیا پڑھنا چاہتا ہے۔ قلبی نیت میں نفل، سنت اور تراویح وغیرہ کسی قسم کی تعیین کی ضرورت نہیں، مطلق نماز کی نیت کافی ہے۔ البتہ فرض اور واجب میں صرف اتنی تعیین ضروری ہے کہ ظہر کے فرض ہیں یا عصر کے۔ اور واجب میں یہ کہ وتر ہیں یا نذر، اور ان میں دن اور رکعات کی تعداد کی نیت کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں بھی قلبی نیت کی غلطی مضر نہیں۔

اگر نماز سے قبل زبان اور دل میں اختلاف پایا جائے تو قلب کی نیت کا اعتبار ہے، زبان کی غلطی معتبر نہیں۔ اور اگر نماز شروع کرنے کے بعد دل سے نیت بدلے تو یہ معتبر نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶، ۱۷ بحوالہ در مختار ج ۱ ص ۳۹)

تکبیرِ تحریمہ کے بعد نیّت کرنے سے نماز نہ ہوگی

سوال : زید نے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف پر باندھ کر پھر زبان سے پوری نیت کر کے تعوّذ، تسمیہ، فاتحہ اور قراءت کر کے نماز پوری کی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب : تکبیرِ تحریمہ ختم ہونے سے پہلے نیّت ضروری ہے۔ اس لیے زید کی نماز نہیں ہوئی۔ اور اگر تکبیرِ تحریمہ ختم ہونے سے قبل دل میں نماز کی نیت کر لی تھی تو اگرچہ قلبی نیّت کی وجہ سے نماز کی ابتدا صحیح ہوگئی مگر بعد میں نیّت کے الفاظ کہنے سے نماز فاسد ہوگئی۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۳ بحوالہ ردالمحتار ص۴۴)

تحریمہ میں انگلیوں کی کیفیت

تکبیرِ تحریمہ کے وقت انگلیوں کو نہ کھولنے کی کوشش کرے اور نہ آپس میں ملانے کی، بلکہ اصل حالت پر رہنے دے، انگوٹھوں کو کانوں کی لَو سے لگائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رُخ کرے۔ (احسنُ الفتاویٰ ص۱۹ بحوالہ ردالمحتار ص۴۵)

امام تکبیرِ تحریمہ میں عُجلت نہ کرے

ردالمحتار بابُ الامامت ص۵۳۱ کی عبارت " و یصف الامام الخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام کو یہ ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کو برابر کھڑا ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے۔ پس امام کو چاہیے کہ تکبیرِ تحریمہ میں ایسی عجلت نہ کرے کہ صف پوری ہو یا نہ ہو، اور صف سیدھی ہو یا نہ ہو، اور سب نمازی برابر

کھڑے ہوں یا نہ ہوں فوراً نیت باندھ لے، ایسا ہرگز نہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۲ ص۲۱۶)
یعنی امام کو چاہیئے جس وقت نماز کے لیے کھڑا ہو پیچھے مقتدیوں کو چیک کرلے کہ سب ٹھیک طرح کھڑے ہیں یا نہیں۔ اور صفیں سیدھی بھی ہیں یا نہیں اور مقتدیوں کے درمیان خلا تو نہیں، یعنی مونڈھے سے مونڈھا ملا ہونا چاہیئے اس کی حدیث میں تاکید آئی ہے۔

تکبیرِ تحریمہ کا طریقہ

سوال: تکبیرِ تحریمہ کب کہے، ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر؟
نمبر۱۔ اگر امام کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک لے جائے تو اس وقت تکبیرِ تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
نمبر۲۔ اگر امام کا ہاتھ ناف تک پہونچنے پر تکبیر کا ایک لفظ (اللہ) کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا (اکبر) کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
نمبر۳۔ تکبیرِ تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے؟
نمبر۴۔ رکوع وسجود کا صحیح طریقہ کیا ہے؟
نمبر۵۔ اگر امام نماز میں تکبیرات خلافِ سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟
جواب: تکبیرِ تحریمہ یا تکبیرِ اولیٰ اور رفعِ یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔
نمبر۱۔ پہلے رفعِ یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے۔
نمبر۲۔ تکبیر اور رفعِ یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔
نمبر۳۔ پہلے تکبیر شروع کرکے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کردے۔
(بحر الرائق ج۱ ص۳۰۵ درمختار مع شامی ج۱ ص۳۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے اور تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ (ہدایہ ج۱ ص۸۳)

اور جوہرہ میں ہے: اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کانوں کے محاذات میں پہنچ کر ٹھہر جائیں پائیں تب تکبیر شروع کرے۔

(جوہرہ ج۱ ص۴۹)

صورتِ مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو مؤخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے۔ یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے نہ کہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہیے۔

ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کے رفعِ یدین کو دیکھ کر تکبیرِ تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتدار اور نماز صحیح نہ ہوگی، کیوں کہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ "اللہ" کہنے میں مقتدی سبقت کرے، یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ "اکبر" امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کر دے تب بھی اقتدار صحیح نہ ہوگی (درمختار مع شامی ج۱ ص۳۰۳)
لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہیے۔

جوابِ۲: رکوع و سجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لیے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کر دے۔ اور رکوع میں پہنچتے ہی ختم کرے۔ رکوع و سجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلافِ سنّت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہیت ترکِ محل کی، کیونکہ یہ تکبیریں، تکبیراتِ انتقال کہلاتی ہیں، رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لیے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہیے تھا۔ یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔

دوسری کراہیت ادائے بے محل کی، یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت

تکبیر بے محل ہے۔ (منیۃ المصلی ص۸۵ ص۹۳ کبیری ص۴۴۵)

مختصر یہ کہ امام کا یہ عمل خلافِ سنّت ہے۔ انھیں سنّت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۳۳ ج۱)

تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے پہلے، اسی طرح نمازِ عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کہیں سے ثابت نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت کرنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابو حنیفہ رحہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحہ کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا حکم ہے (ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے) یعنی جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیّت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۳۷ ج۳ بحوالہ نور الایضاح ص۶ و الجوہرۃ النیرۃ ص۵ ج۱)

امام کو تکبیرات کس طرح کہنی چاہئیں

اکثر و بیشتر اماموں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت تکبیراتِ انتقالیہ، حرکتِ انتقالیہ کے ساتھ ساتھ نہیں کہتے، بلکہ کبھی تو منتقل ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہیں اور کبھی دوسرے رکن تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے ہیں۔ مثلاً قیام کی حالت سے منتقل ہو کر رکوع میں جاتے ہیں تو بعض امام جھکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اور بعض امام اس قدر جلد اللہ اکبر کہتے ہیں کہ رکوع میں پورے طور پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے دوسری رکعت کے لیے کھڑے

ہوتے وقت بھی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں تکبیر کی سُنّتِ کامل ادا نہیں ہوئی۔ کامل سُنّت اس وقت ہی ادا ہوتی ہے جب کہ ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیرات شروع کرے اور جونہی دوسرے رُکن میں پہنچے، تکبیر کی آواز بند ہوجائے۔ اور بعض امام اللہ اکبر کو اس طرح کھینچتے ہیں کہ دوسرے رُکن میں پہنچ جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک ان کی تکبیر کی آواز آتی رہتی ہے، اس درجہ تکبیر کو کھینچنا مکروہ ہے۔

(مسائلِ سجدۂ سہو ص۲۷ بحوالہ کبیری ص۳۱۳)

بعض امام تکبیر کہنے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہنے کے بجائے اللہ اکبار کہتے ہیں، یعنی با اور را کے درمیان الف بڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض امام اللہ اکبر کے شروع میں مد کرتے ہیں اور آللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اور اگر تکبیرِ تحریمہ میں اس طرح کہدیا تو نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔ (مسائلِ سجدۂ سہو ص۲۷)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیہ وغیرہ سے نقل فرمایا ہے کہ تکبیر میں اسم ذات "اللہ" اور اکبر کے الف کو کھینچ کر پڑھنا مُفسدِ نماز ہے، اور لام کو اتنا کھینچنا کہ ایک الف مزید پیدا ہوجائے، مکروہ ہے، مفسد نہیں، اسی طرح ہا کو کھینچنا مکروہ ہے۔ با کی مد کے مفسد ہونے میں اختلاف ہے اور را پر پیش کھینچ کر پڑھنا مُفسد نہیں ہے۔

مگر غلبۂ جہل کی وجہ سے متأخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ اعراب اور مد کی غلطی مفسد نہیں۔ البتہ اگر کوئی تنبیہ کے باوجود اصلاح کی کوشش نہیں کرتا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور غلط خواں کو امام بنانا بہر صورت ناجائز ہے، بجز اس مجبوری کے کہ کوئی صحیح پڑھنے والا موجود نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۲۲۴)

تحریمہ میں عام غلطی

بعض مرتبہ مقتدی بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً امام کے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنے سے پہلے مقتدی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ اللہ ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ اللہ کہہ دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوتا۔ ان مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ پھر سے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر امام کے پیچھے نیت باندھیں۔

(مسائل سجدہ سہو ص۱۴۲ بحوالہ صغیری ص۱۴۲)

اکثر مقتدیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو اس کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے کے لیے سیدھے کھڑے ہوئے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، اس طور پر کہ ان کی اللہ اکبر کی آواز رکوع میں پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔

اس طرح نماز میں شریک ہونا درست نہیں، تکبیرِ تحریمہ سے فارغ ہونے تک کھڑا ہونا فرض ہے، یعنی سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد رکوع کے لیے جھکنا چاہیے۔ اگر تکبیراتِ تحریمہ بحالتِ قیام یعنی قیام کی حالت میں ختم نہ ہوں تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص۳۹۱)

مسنون طریقہ یہ ہے کہ قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہہ کر پھر فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے، تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے رکوع میں امام کے ساتھ ذرا سی شرکت کافی ہے۔ یہاں تک کہ اگر مقتدی اس حالت میں رکوع کے لیے جھکا کہ امام رکوع سے اٹھ رہا ہے مگر امام ابھی سیدھا نہیں ہونے پایا تھا کہ اس کے ہاتھ رکوع تک پہونچ گئے، تو اس کو

یہ رکعت مل گئی، اس لیے کہ ایک تسبیح کے برابر (بقدرِ تسبیحۃٍ واحدۃٍ) رکوع میں ٹھیرنا واجب ہے، اس کے بعد بقیہ تسبیحات چھوڑ کر امام کی اتباع واجب ہے۔
(احسن الفتاوی ج۳ ص۲۸۶)

تکبیر میں جہر کی مقدار

سوال: امام کا بعض تکبیرات کو اس طرح جہراً زور سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے اور بعض تکبیرات کو اتنی آہستہ بولنا کہ دوسری، تیسری صف والے بھی نہ سنیں، کیسا ہے؟

جواب: امام کو قراءت اور تکبیرات کے جہر میں درمیانی طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ اور قدرِ حاجت کے موافق جہر کرنا چاہیے۔ اور یہ فرق اور تفاوت تکبیرات کے درمیان، کہ بعض کو جہر مفرط سے ادا کرنا اور بعض کو قدرِ حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ صرف سلام میں تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ پست آواز سے کہے۔ اور اس کے علاوہ اور کسی جگہ جہر میں تفاوتِ درجات نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج۲ ص۱۸۱ بحوالہ ردالمحتار فصل فی القراءۃ ج۱ ص۴۹۶ وباب صفۃ الصلوٰۃ ج۱ ص۳۳۴)

امام کے لیے زور سے تکبیر کہنا مسنون ہے۔ اسی لیے اس کے ترک سے سجدۂ سہو تو نہیں البتہ ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔ اور جہر کی حد یہ ہے کہ پوری صفِ اوّل تک آواز پہنچے۔ (احسن الفتاوی ج۳ ص۳۶۶ بحوالہ ردالمحتار ج۱ ص۴۹۹)

قراءت میں جہر کی مقدار

سوال: امام تراویح وغیرہ جہری نمازوں میں قراءت کس قدر زور سے کرے؟

جواب: افضل یہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں بلا تکلّف اس قدر زور سے پڑھے کہ مقتدی قرأت سُن سکیں، اس سے زیادہ تکلّف کرکے پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" (بنی اسرائیل پارہ ۱۵ ع ۱۲) اور نہ تم اپنی نمازوں میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو، اس کے بیچ درمیانی راہ اختیار کرو۔

مفسّرین فرماتے ہیں کہ نماز میں درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہیے، اس سے قلب پر اثر ہوتا ہے، نہ اس قدر زور سے پڑھے کہ قاری اور سامع دونوں کو تکلیف ہو کہ اس سے حضورِ قلب میں خلل آجائے۔ (خلاصۃ التفسیر ج ۲ ص ۶۷ و تفسیر فتح المنان ج ۵ ص ۹۶)

فقہاءِ کرام زور سے پڑھنے میں دو باتیں ضروری قرار دیتے ہیں۔ اوّل یہ کہ پڑھنے والا اپنے اوپر غیر معمولی زور نہ ڈالے (یہ مکروہ ہے) دوسرے یہ کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ مثلاً تہجد کے وقت کوئی سو رہا ہے یا کچھ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں، آپ ان کے پاس کھڑے ہو کر اتنی بلند آواز سے قرأت کرنے لگیں کہ اُن کے کام میں خلل ہو، تو یہ بھی مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ جماعت کی کمی زیادتی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے بموجب قرأت کریں۔ مثلاً مقتدیوں کی تین صفیں ہیں، آپ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ تیسری صف تک آواز پہنچتی رہے، اس سے زیادہ زور سے پڑھیں کہ باہر تک آواز پہنچے۔

فقیہ ابو جعفر رح کا یہ قول ہے کہ جتنی بلند آواز سے پڑھے اچھا ہے بشرطیکہ پڑھنے والے پر تعب نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ مگر دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے اور راجح یہی ہے کہ بقدرِ ضرورت آواز بلند کرے یعنی صرف اتنی آواز بلند کرے کہ تیسری صف تک آواز پہنچے، البتہ اگر صفیں زیادہ ہوں تو آواز کو اس سے بلند بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے اوپر زیادہ زور نہ پڑے۔

فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۵ بحوالہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۳۸ و در مختار فصل فی واجب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۴۹۷ مجمع الانہر ص ۱۰۳ ج ۱، عالمگیری ص ۲۷ ج ۱

امام قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے

سوال: ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں۔ درمیان میں ذرا بھی نہیں ٹھیرتے، نہ سانس توڑتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں کرتے ہیں اور یہی حالت سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی ہے، اِن تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے۔ ان کو دیکھتے ہوئے مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اِس طرح عادت کرلینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور قابلِ اعادہ ہوجاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

دُرِّمختار ص۴۶۵ و ص۴۶۶ و ص۴۷۲ کی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔ کیونکہ یہ قومہ سُنّت ہے اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے "اللہ اکبر" کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظِ "ثُمَّ" آیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جُھکنا شروع کرے یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جُھکنا ختم ہو۔ اور پیشانی زمین پر رکھی جائے۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے، یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جاسکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب رکوع سے اپنا سرِ مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے، پھر سجدہ میں جاتے، اسی طرح سجدہ کے بعد سرِ مبارک کو اٹھاکر برابر سیدھے بیٹھ جاتے، تب دوسرا سجدہ فرماتے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۷۵)

اسی طرح حضرت ابو حمید ساعدیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اپنا سرِ مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کمر مبارک کا جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔ (مشکوٰۃ ص۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے، آپؐ کا ارشاد ہے "مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو"

اگر ہم خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں اور خلافِ سُنّت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابلِ اعادہ ہو گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ "آنحضرتؐ مسجد میں ایک طرف تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر آپ کے پاس آیا، سلام کیا، آپؐ نے فرمایا وعلیکم السّلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس ہوا، نماز پڑھی پھر آیا، آپ نے پھر یہی فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ یہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھ کو نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رُخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو، پھر قرآن جو تم کو یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو، پھر جھکو اور پھر اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر رکوع اور ہر ایک رکن کو ادا کرو (مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ ص۷۶)

فقہ اور حدیث کی تصریحات کو دیکھئے، ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔

آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر رکوع، سجدہ، قومہ

وجلسہ نہیں کرتے ، سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں ، جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے ۔
مشکوٰۃ صہ ۸۳ پر ہے "بدتر اور سب سے بُرا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا"

آپ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پورا ادا نہیں کررہا تھا تو فرمایا " تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو دینِ محمدی پر تیری موت نہ ہوگی "

آپ نے فرمایا : تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو ، اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے ۔ اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے ۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اُس کی نماز پوری نہیں ہوتی ۔

آپ ایک نمازی کے پاس سے گذرے ، دیکھا کہ ارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا ۔

منقول ہے کہ مومن بندہ جب نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے ۔ اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے تو اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے اور فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں ، نماز اپنے نمازی کے لیے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے ، جس طرح تو نے میری حفاظت کی ،

اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا اور اس کے رکوع و سجدہ اور قومہ و جلسہ کو بجا نہیں لاتا تو وہ نماز سیاہ رہتی ہے اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے اور اس کو آسمان کی طرف نہیں لے جاتے وہ نماز اس نمازی کے لیے بد دُعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص۴۵)

امام کا صرف حُسنِ آواز کے لیے کھانسنا

سوال: اگر فرض نماز میں امام صاحب بلا عذر کھکاریں جو محض حُسنِ آواز کے لیے ہو، جس کی تعداد تین مرتبہ تک پہنچ گئی ہو تو اس کھکارنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: دُرِّ مختار کی عبارت میں ہے، حُسنِ صوت (اچھی آواز) کرنے کے لیے کھکارنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ تین بار یا کم و بیش ہو۔

(فتاوی دار العلوم ج۴ ص۹۵ بحوالہ دُرِّ مختار باب مایفسد الصلوٰۃ ج۱ ص۵۷۸)

بغیر ثناء کے قرأت کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی امام تکبیرِ تحریمہ کے بعد فوراً بغیر ثنا (سبحانک الخ) پڑھے، سورۂ فاتحہ شروع کر دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ثنا نہ پڑھنے کی عادت بنا لینا تو مذموم حرکت ہوگی باقی اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ قرأتِ ثنا (ثنا کا پڑھنا) محض مستحب ہے اور ترکِ مستحب سے نماز میں قباحت نہیں آتی۔

(مکمل و مدلل مسائلِ تراویح ص۷۰)

کیا امام مقتدیوں کی ثنا کا انتظار کرے

سوال: امام ثنا (سبحانک اللھم الخ) پڑھ کر قرأت شروع کر دے، یا مقتدیوں کی ثنا پڑھنے کا انتظار کرے؟

جواب: انتظار نہ کرے (قرأت شروع کر دے)

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۶۴ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۴۱۷)

نماز میں بسم اللہ کا حکم

سوال: امام پر ہر رکعت میں بسم اللہ کا پڑھنا الحمد اور سورت کے ساتھ واجب ہے، یا نہیں؟ اور امام و منفرد کے لئے مستحب صورت حنفیہ کے مذہب کے مطابق کیا ہے؟

جواب: رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۴۵۷ ج ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو الحمد سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے۔ اور بعض وجوب کے قائل ہیں۔ اور سورت سے پہلے اگرچہ مسنون نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحب اور بہتر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۸۴)

قرأت میں ترتیب کا لحاظ

سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے۔ پس پہلی رکعت میں تبت یدا اور دوسری میں اذا جاء پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں اذا جاء اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

اور نوافل میں ایسا کرنا درست ہے۔ اور ایک رکعت میں مثلاً سورۂ مزمل پڑھ کر قل ھو اللہ اس کے ساتھ ملانا مکروہ ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت میں معوذتین یعنی ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا بھی اچھا نہیں ہے، اگرچہ نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۲۳ بحوالہ رد المحتار فصل فی القراءۃ ج ۱ ص ۵۱۰)

نصف آیت سے قرأت کی ابتدا کرنا کیسا ہے

اس طرح نماز تو ہو جاتی ہے لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے، کہ یہ امر نا مشروع اور خلافِ قواعد ہے، جب سورت کے بعض حصے کے پڑھنے کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے تو آیت ادھوری پڑھنا کب مناسب ہوگا؟ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۲۴ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۴۶۲)

امام نے جہری نماز میں سرّاً پڑھا

سوال: اگر جہری نماز میں امام دو تین آیتیں آہستہ پڑھ گیا، لقمہ دینے کے بعد یا از خود اس کو یاد آ گیا اب وہ سب کو جہر سے پڑھے یا جہاں سے یاد آیا وہیں سے آواز سے شروع کر دے؟ اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب:

جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کر دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۷۰)

جہری نماز میں تین آیات کی مقدار سہواً سرّاً پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔ اسی طرح سرّی نماز میں جہراً پڑھنے کا حکم ہے۔ سورہ فاتحہ اگر سرّاً پڑھی ہے تو جہری نماز میں اس کو جہراً پڑھے پھر سجدۂ سہو کرے۔ اگر اس کو جہراً نہیں پڑھا بلکہ صرف سورۃ کو جہراً پڑھ کر سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز درست ہو جائے گی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۵۰)

امام کو لقمہ دینے کی تفصیل

امام اگر اتنی مقدار قراءت کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا، تب تو امام کو رکوع کردینا چاہیے۔ اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہیے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے، وہیں اٹکا نہ رہے، امام کو اسی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے۔ اور مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کردے یا دوسری سورۃ پڑھ دے یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے، جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے۔

جب امام نہ رکوع کرے اور نہ دوسری سورۃ پڑھے، نہ خود نکال پائے تو لقمہ دیدے، خواہ تین آیت پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی، امام کی نہ مقتدی کی۔ (فتاوی محمودیہ ج۲ ص۱۸۵ بحوالہ طحطاوی ص۱۸۳)

امام کا سورتوں کو خلافِ ترتیب پڑھنا

سوال: امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورۂ قریش پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: ترتیب سورۃ واجباتِ تلاوت میں سے ہے واجباتِ نماز سے نہیں۔ لہٰذا اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں، ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے، نسیاناً (بھول کر) پڑھے تو مکروہ بھی نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ شامی ج۱ ص۵۱۱)

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام کا آیتِ سجدہ پڑھنا

امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا، اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ص۴۹)

واجب قرأت کی مقدار

سوال: قرآن مجید کی چھوٹی سی تین آیتیں جو ایک رکعت میں کافی ہو سکتی ہیں، کون سی ہیں؟ آیت گول ○ ٹکڑے کی مانی جاتی ہے یا ج، ص، ز، ط، وغیرہ پر مانی جاتی ہے۔ ایک بڑی آیت کے مقابلہ میں چھوٹی تین آیتیں کافی ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب: واجباتِ نماز میں سے یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے۔

چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہیں "اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر" ہے۔ یہ سورت یا اس کے مانند کوئی دوسری سورت الحمد کے بعد پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور آیت وہی سمجھی جاتی ہے جس پر گول نشان اس صورت سے ہو ○ اور بڑی آیت کی مثال آیۃ الکرسی یا آیۃ مداینۃ[1] وغیرہ ہے، اور چھوٹی آیت کی مثال ثُمَّ نَظَرَ ○ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ○ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص۲۴۵ ج۲ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۲۷ ج۱)

(نماز میں قرأت) ایک آیت کی مقدار فرض ہے۔ الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیتِ طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے یعنی

(۱) آیت: اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ ... بقرۃ: ۲۸۲

فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخر بروج تک کوئی سورت، اور عصر اور عشاء میں اس کے بعد سے لم یکن تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۵۸ ج۲ بحوالہ شامی ص۳۶۶ ج۱)

نماز میں مختلف سورتوں کے رکوع پڑھنا

سوال: کوئی امام اگر اس طرح قرأت کیا کرے مثلاً اس کو ہر پارہ کا ایک ایک رکوع یاد ہے اور ہر نماز میں ایک رکوع پڑھتا ہے۔ اسی طرح بالترتیب تمام ختم کرلیتا ہے، پھر بعد ختم ابتدار سے شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھے۔ اس طریقے سے کہ جس طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں طوالِ مفصّل اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصّل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے کوئی سورت پڑھے۔

(فتاوی دار العلوم ص۲۴۶ ج۲ بحوالہ عالمگیری مصری ج۱ ص۷۲)

نماز کی قرأت میں آپ کا معمول

مختلف اوقات کی نماز کی قرأت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا: ظہر کی نماز میں تطویل، عصر میں تخفیف، مغرب میں قصارِ مفصّل، عشاء میں اوساطِ مفصّل اور فجر کی نماز میں طوالِ مفصّل۔

"مفصّل" قرآن شریف کی آخری منزل کی سورتوں کو کہا جاتا ہے یعنی

سورہ حجرات سے آخر قرآن تک، پھر اس کے بھی تین حصّے کیے گئے ہیں۔ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو "طوالِ مفصّل" کہا جاتا ہے۔ اور بروج سے لے کر سورہ لم یکن تک کی سورتوں کو "اوساطِ مفصل" اور لم یکن سے لے کر آخر تک کی سورتوں کو "قصارِ مفصّل" کہا جاتا ہے۔ (معارف الحدیث ج۳ ص۲۵۷)

امام کا خلافِ سُنّت قرات کرنا

سوال: فجر اور ظہر میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک اور عصر و عشاء میں سورہ والطارق سے لم یکن الذین تک اور مغرب میں سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک اور وتروں میں سبّح اسم ربک، سورۃ القدر، سورۃ الکافرون، سورۂ اخلاص ——————— ان سورتوں کا اس طرح پڑھنا سُنّت ہے یا مستحب؟

اگر کوئی امام مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ اور کوئی رکوع یا تین چار آیتیں کہیں سے پڑھے تو وہ امام تارکِ سُنّت ہے یا نہیں؟ اور ان سورتوں کے نہ پڑھنے سے نماز کے ثواب میں کچھ کمی ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں اس ترتیب سے سورتیں نمازوں میں پڑھنا سُنّت ہے مگر سُنّتِ مؤکدہ نہیں۔ اس کے بجائے دوسرے رکوع پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے، ہاں خلافِ اولیٰ ہے۔ (کفایت المفتی ج۳ ص۳)

قرات کے اخیر لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال: امام صاحب کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت یا آیت کے آخری لفظ پر وقف نہ کرنا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ وصل کر کے رکوع میں جانا مثلاً وَاللّٰہُ المُستَعَانُ

عَلیٰ مَا تَصِفُوْنَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

جواب:

اگر آخری لفظ ثنا پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملا کر پڑھنا اولیٰ ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وقف کر کے تکبیر کہنا اولیٰ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۱۲۶ ج۲ بحوالہ شامی ص۳۳۱ ج۱)

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی صحیح ادائیگی

سوال: ایک امام صاحب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہُوْ لِیْمَنْ سننے میں آتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: اس طرح پڑھنا باعتبار قرأت کے غلط ہے، صحیح نہیں ہے۔ قرأت کے قاعدہ میں یہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ (پیش و زیر) میں صرف واو اور یا کی بو آجائے نہ یہ کہ صریح واؤ اور یا یعنی ہو لیمن پڑھا جائے، یہ بالکل غلط ہے۔ چاہیئے کہ وہ امام سمع اللہ لمن حمدہ پڑھیں اور ایسی قرأت سے معاف رکھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۹۵ ج۴)

امام کو متنبہ کرنے کا طریقہ

سوال: اگر امام سے سہواً قعدۂ اخیرہ ترک ہو گیا اور امام قریب قیام کے پہنچ گیا تو مقتدی کو سبحان اللہ کہتے ہوئے کھڑا ہونا اولیٰ ہے، یا بیٹھ کر سبحان اللہ کہے، اولیٰ کیا ہے؟

جواب: بیٹھے ہوئے کہنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ جزئیہ کوئی نظر سے نہیں گزرا اور درست دونوں طرح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۳۱۹ ج۴)

امام کا دوسری رکعت میں قرأت لمبی کرنا

سوال: امام صاحب نے صبح کی نماز میں اوّل رکعت سے دوسری رکعت میں قرأت کو قصداً دو چار آیت طول دیدیا۔ اس صورت میں نماز بلا کراہت صحیح ہو گی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز صحیح ہے بلا کراہت، شامی میں ہے کہ بڑی سورتوں میں تین آیات کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے، البتہ چھوٹی سورتوں میں دوسری رکعت میں تین آیات کی زیادتی مکروہ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۴ ص۲۴۳ بحوالہ شامی ج۱ ص۵۰۰)

دوسری رکعت کو طول دینے میں کس چیز کا اعتبار ہے

سوال: نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں زیادہ قرأت مکروہ ہے۔ یہ آیتوں کے حساب سے ہے یا حرفوں کے حساب سے یا بحساب کلمات کے؟

جواب: اگر آیتیں برابر یا قریب برابر کے ہیں تو عددِ آیات کا اعتبار ہے کہ دوسری رکعت کی قرأت تین آیات سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر آیات متفاوت ہوں طول و قصر میں تو حروف و کلمات کا اعتبار ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۲۵۵ ج۴ بحوالہ رد المحتار فصل فی القراءۃ ص۵۰۱ ج۱)

تین آیتوں کی مقدار کی زیادتی سے کراہت تنزیہی ہو گی۔ (طحطاوی ص۱۹۳) مگر یہ ان چھوٹی سورتوں میں ہے جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن کی آیات میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو، حروف کی گنتی کا اعتبار ہو گا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی ہے۔

اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کی سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں۔ جو سورتیں آپ ﷺ سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۱۶۵ ج۲ بحوالہ شامی ص۳۶۳ ج۱)

ہر رکعت میں ایک ہی سورت پڑھنا

طریق سنت یہ ہے کہ ایک سورت کو بار بار پہلی اور دوسری رکعت میں نہ پڑھیں بلکہ مختلف سورتیں ہر رکعت میں ترتیب کے لحاظ سے (ترتیب کے ساتھ) پڑھیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنی چاہیے۔ اسی طرح کبھی کوئی سورت اور کبھی کوئی سورت پڑھنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ پہلی رکعت میں قل ہو اللہ اور دوسری رکعت میں بھی قل ہو اللہ پڑھی جائے۔ یہ طریقہ غیر مقلدوں کا ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ اخلاص ہی کو مکرر پڑھا جائے۔ البتہ جس شخص کو کوئی اور سورت یاد نہ ہو تو مجبور ہے۔ پس جو لوگ حنفی ہیں، سنت طریقے کے موافق قرأت کریں۔ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد مختلف سورتیں ترتیب کے موافق پڑھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مختلف سورتیں نماز میں پڑھی ہیں ایسا نہیں کیا کہ صرف سورہ اخلاص کو ہر رکعت میں پڑھا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۴۳ ج۲ بحوالہ رد المحتار ص۵۰۰ ج۱)

قرأتِ مسنونہ

سوال: نماز کی کتابوں میں جو لکھا ہے کہ مثلاً "مغرب کی نماز میں لم یکن الذین سے سورہ ناس تک کی قرأت مسنون ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی قرأت کی جائے جتنی ان سورتوں میں کی جاتی ہے، یا ان ہی سورتوں کے

پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے؟

جواب: مسنون یہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے مگر عام طور پر ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۱۱ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۳۶۲)

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا

سوال: ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے بعد والی۔ دوسری سورت والصّافات کا پہلا رکوع پورا پڑھا۔ ایسا کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ درست ہوتی ہے۔ لیکن ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۲ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۸)

امام کے لیے تحمید افضل ہے

سوال: امام سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد بھی کہے، یا صرف مقتدی کہیں؟

جواب: امام کی تحمید سے متعلق دونوں قول ہیں، کہنا افضل ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲ بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۵)

امام کے لیے آمین کہنا کیسا ہے

سوال: امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہے یا نہیں؟

جواب: امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲ بحوالہ رد المحتار ص ۴۵۹ ج ۱

رموزِ اوقاف پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی بحث

سوال: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"، "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ"۔ "عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوۃَ" الآیہ۔ آیتِ لا پر اگر سانس ختم یا بند ہو جانے کی وجہ سے وقف کرے اور اخیر لفظ کو نہ دُہرا کر آگے۔ بڑھتا چلے تو نماز میں کیا کیا کچھ خلل واقع ہو گا؟ نیز تیسری مثال میں اگر وقف کر لیا ہو تو آگے اَلَّذِیْ کہہ کر بڑھا جائے یا نِ الَّذِیْ کہہ کر؟

جواب: آیت لا پر بضرورت وقف کر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے اور لفظِ ماقبل کو دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نماز میں کچھ خلل نہیں ہو گا۔

اور تیسری مثال میں اَلَّذِیْ اور نِ الَّذِیْ پڑھنا دونوں طرح درست ہے۔ مگر وقف کی حالت میں اَلَّذِیْ پڑھنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۲۷)

اصل یہ ہے کہ نَسْتَعِیْنُ پر وقف کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح جائز ہے۔ اسی طرح قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پر آیت کرنا نہ کرنا دونوں طرح ثابت ہے، پس اگر آیت کی جائے گی تو اِھْدِنَا اور اَللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھا جائے گا۔ اور اگر آیت نہ کی جائے اور وقف نہ کیا جائے تو نُ اھْدِنَا اور نِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھا جائے گا، معنی میں کچھ فرق نہیں ہوتا، اور قراءت دونوں طرح کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر نستعین پر اور احد پر آیت کرنا۔ اور اھدنا الصراط المستقیم اور اللّٰہ الصمد علیحدہ پڑھنا ثابت ہے۔ لہٰذا امام کو کچھ ضرورت نہیں کہ وہ نُ اھْدِنَا اور نِ اللّٰہ الصمد پڑھے، بلکہ جیسے اکثر قُرّاء پڑھتے ہیں اس طرح پڑھے۔ لیکن اگر اتفاقاً امام نے اس طرح پڑھ دیا تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے اس کو غلط نہ کہا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۴۶)

اگر امام تجوید کی رعایت نہ کرے

سوال: امام تجوید جاننے کے باوجود قرارت تجوید سے نہ کرے مثلاً آیت کی جگہ نہ ٹھہرا، یا بغیر آیت کے سانس لیا، وقفہ سکتہ پر سانس لیتے ہوئے ٹھہرا، یا وقف اور وقف لازم اور وقف النبی کا خیال نہیں رکھا۔ یا مد کی جگہ قصر کیا۔ یا نون کا اظہار کی جگہ اخفاء کیا تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز جائز ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۲۳۱)

امام کا بعض لفظوں کو دو مرتبہ قرارت کرنا

سوال: قرآن شریف میں بعض جگہ چھوٹے حروف لکھے ہوتے ہیں مثلاً بصۜطۃ، ھُمُ المصۜیطرون، عَلَیھِم بمصۜیطر، ان میں سے کونسا حرف دو مرتبہ پڑھا جائے گا۔ ہمارے علاقہ میں ان لفظوں کو دو مرتبہ پڑھتے ہیں، صحیح کیا ہے؟

جواب: لفظ بصطۃ اور ہم المصیطرون اور علیھم بمصیطر کے اوپر سؔ لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ س سے پڑھا گیا ہے اور صاد سے بھی۔ یعنی تلاوت کرنے والا خواہ سین سے پڑھے خواہ صاد سے نماز صحیح ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ ایسے کلمات کو دو دفعہ پڑھے، بلکہ جس قاری کا اتباع کرے اسی کے موافق پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۲۳۴ بحوالہ جلالین شریف سورۃ غاشیہ ص ۴۹۸)

تنگیٔ وقت کے باعث فجر میں چھوٹی سورت پڑھنا

سوال: صبح کی نماز میں وقت تنگ تھا۔ اس لیے امام صاحب نے اول رکعت

میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ بعد میں ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ نماز مکروہِ تحریمی ہو گئی۔ بڑی سورت پڑھنی چاہیے تھی۔ صحیح کیا ہے؟

جواب: وہ نماز بلا کراہت صحیح ہو گئی۔ یہ کہنا کہ یہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی غلط ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جب وقت تھوڑا ہو یا سفر وغیرہ میں جلدی ہو تو چھوٹی سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۳۷ بحوالہ ردالمحتار فصل فی القرأۃ ص ۵۰۳ ج ۱)

پہلی رکعت میں مزّمّل اور دوسری میں الٓمٓ کا رکوع پڑھنا

سوال: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں اول رکعت میں الحمد کے بعد پہلا رکوع سورہ مزمل کا پڑھا اور دوسری رکعت میں پہلا رکوع الٓمٓ کا پڑھا۔ اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز صحیح ہو گئی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوا، مگر آئندہ اس طرح قرآنی ترتیب کے خلاف نہ پڑھنا چاہیے کہ اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے۔

چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا

سوال: امام نے پہلی رکعت میں اذا جاء اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: فرضوں میں قصداً اس طرح پڑھنا کہ ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کیا جائے جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے، مکروہ ہے۔ اور نماز ہو جاتی ہے۔ اور اگر سہواً ہو گیا تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ اور نوافل میں مطلق کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۴ ج ۲ بحوالہ ردالمحتار فصل فی القراءۃ ص ۴۹۸ ج ۱)

چھوٹی سورت کی مقدار

سوال: وہ چھوٹی سورتیں کون سی ہیں جن کو پہلی رکعت اور دوسری رکعت کی قراءت کے درمیان چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟

جواب: وہ سورتیں قصارِ مفصل کی لم یکن سے آخرِ قرآن شریف تک ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۴۳ بحوالہ رد المحتار فصل فی القراءۃ ص ۵۰۴ ج ۱)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا

سوال: عشاء یا صبح کی نماز میں امام ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھے تو کچھ کراہت تو نماز میں نہیں آتی ہے؟

جواب: ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے۔ اور خلافِ اولیٰ سے مراد کراہتِ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۲۵۵ بحوالہ رد المحتار فصل فی القراءۃ ص ۵۱۰ ج ۱)

ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا

سوال: ایک سورت کا رکوع پڑھنا پہلی رکعت میں اور اس سورت یا دوسری سورت کا رکوع پڑھنا دوسری رکعت میں یا دوسری پوری سورت کا پڑھنا دوسری رکعت میں۔ یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا جائز ہے یا خلافِ اولیٰ؟

جواب: جوابِ اول یہ ہے کہ یہ سب خلافِ استحباب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مسنون اور مستحب یہ ہے کہ پوری سورت ایک رکعت میں مفصّل میں موافق ترتیبِ فقہاء

کے پڑھے جو معروف ہے اور کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

پس جزوِ سورت کا پڑھنا خلافِ افضل و خلافِ مستحب ہے جس کا حاصل کراہتِ تنزیہی ہے نہ کہ کراہتِ تحریمی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۲۵۳ ج۲ بحوالہ رد المحتار ص۵۰۵ ج۱)

آیت کا شروع چھوڑ کر پڑھنا

سوال: امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ فتحنا کے آخری رکوع کی آخری آیت کو محمد رسول اللہ چھوڑ کر والذین معہ سے پڑھا، نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز ہو گئی مگر شروع آیت کا چھوڑنا اچھا نہیں ہوا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۶۳ ج۲ بحوالہ رد المحتار ص۵۱۰ ج۱)

ضالین کو دالین پڑھنا

د، ظ، ض کے حروف جداگانہ اور ان کے مخارج الگ ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو کسی دوسرے مخرج سے ادا کرنا سخت بے ادبی ہے۔ اور بسا اوقات باعثِ فسادِ نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ مخرج سے ادا نہیں ہوتا لیکن حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں، ان کی نماز بھی درست ہے۔

اور دالِ پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا۔ تو جو شخص دالِ خالص یا ظاءِ خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ مگر جو شخص دالِ پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنیٰ بدل گئے تو

نماز بھی نہ ہوگی۔ اور اگر کوشش وسعی کے باوجود ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو وہ معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر جو شخص قصداً خالص "ذ" یا ظا پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہو گی۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۲۷۴ و ص۲۸۴)

ضاد کے بارے میں مولانا مفتی شفیع صاحبؒ کا فتویٰ

عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل و تنقیح کے بہر حال ہو جاتی ہے خواہ ظا پڑھیں یا دال یا زا وغیرہ، کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی یہی ہیں کہ ہم نے اصلی حرف ادا کیا ہے۔ اور قرائے مجوّدین اور علمائے کرام کی نماز میں تفصیل مذکور ہے کہ اگر غلطی، قصداً یا بے پرواہی سے ہو تو نماز فاسد ہے۔ اور اگر سبقتِ لسانی یا عدمِ تمیز کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص۳۳۸)

تنبیہ: لیکن جواز اور عدمِ فساد سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بے فکر ہو کر ہمیشہ غلط پڑھتے رہنا جائز ہو گیا اور پڑھنے والا گنہگار بھی نہ رہے گا، بلکہ اپنی قدرت اور گنجائش کے موافق صحیح پڑھنے کی مشق کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہو گا، اگرچہ نماز فاسد نہ ہو جیسا کہ عالمگیری مصری باب چہارم ج ۱ ص۳۳ میں تصریح موجود ہے۔

احقر محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ، خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مُفسدِ نماز غلطی

غلط پڑھنے سے جو لفظ پیدا ہوا ہے اس کے متعلق امامِ اعظمؒ اور امامِ محمدؒ یہ بحث نہیں کرتے کہ وہ لفظ قرآن پاک میں ہے یا نہیں۔ ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ پڑھنے کے اندر کسی کلمہ میں زیادتی یا کمی کی وجہ سے بشرطیکہ معنیٰ بالکل بدل جائیں نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ نہیں، جیسے "فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ" میں لَا چھوڑ دیا۔ یا "عَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ" کی جگہ "عَمِلَ صَالِحاً وَ كَفَرَ فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ" پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جن حروف میں امتیاز مشکل سے ہوتا ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے سین، صاد اور ضاد، ظا اور ذال وغیرہ۔ اور جن میں امتیاز آسان ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں اور معنیٰ بالکل بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسے صالحات کی جگہ طالحات پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

اور اگر الفاظ کی تبدیلی سے معنیٰ بالکل بدل جائیں تو نماز میں فساد یقینی ہے ورنہ نہیں۔ جیسے عَلِیْمٌ کی جگہ خبیرٌ وحفیظٌ وغیرہ پڑھا گیا تو نماز درست ہے۔

اور وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ کی جگہ غافلین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر دو جملوں کے الفاظ بدل جائیں اور معنیٰ بھی بدل جائیں تو نماز فاسد ہے جیسے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ میں جحیم کی جگہ نعیم اور نعیم کی جگہ جحیم پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر معنیٰ نہ بدلے، جیسے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ کو شَهِيْقٌ وَّزَفِيْرٌ پڑھا تو نماز درست ہے۔

فضائل الایام والشہور ص ۱۴۷

اشرف الایضاح شرح نور الایضاح ص ۱۳۲ و امداد المفتیین ص ۲۸۵۔

آیت کا کوئی حصہ چھوٹ جائے اور معنیٰ نہ بدلے ہوں تو نماز جائز ہے

سوال: امام صاحب نماز میں سورۂ جمعہ پڑھ رہے تھے، درمیان میں آیت بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ سہواً چھوٹ گئی، نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز میں کوئی نقص نہیں آیا اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا۔ کیوں کہ سجدۂ سہو واجب کے ترک کرنے سے لازم آتا ہے اور یہاں بقدرِ واجب قرأت ادا ہوگئی اور درمیانِ قرأت کے چھوٹ جانے سے کچھ حرج نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۴/۷ بحوالہ ردالمحتار باب زلۃ القاری ص۵۹۱)

تین آیت کے بعد مُفسدِ نماز غلطی

سوال: اگر امام تین آیت سے زیادہ پڑھ کر فاحش غلطی کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جواب: مفسدِ نماز غلطی، نماز میں کسی وقت بھی ہو نماز فاسد ہوجاتی ہے، البتہ اس غلطی کو پھر لوٹا کر صحیح کرلے اور صحیح پڑھ لے تو نماز ہوجائے گی۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴/۷ بحوالہ ردالمحتار باب زلۃ القاری ص۵۹۱)

نماز میں کسی لکھی ہوئی چیز پر نگاہ پڑنا

نماز پڑھنے والا کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ لے اور اس کو سمجھ لے تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ یہ نماز پڑھنے والے کا فعل نہیں ہے

بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس لیے کہ عام طور سے اس پر نگاہ پڑ جاتی ہے اور دیکھنے والا اس کو سمجھ جاتا ہے۔

اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے ایسی چیز کو نہ رکھا جائے کیونکہ شبہات سے بچنا ضروری ہے۔ اور صحیح مذہب کے بموجب نماز درست ہو جائے گی۔ (اشرف الایضاح، شرح نور الایضاح ص۱۳۷)

حنفی امام کا قنوت کیلیے رعایت کرنا

سوال: حنفی امام شافعی مقتدیوں کی رعایت سے نمازِ فجر کی دوسری رکعت کے قومہ میں اس قدر توقف کرے کہ شافعی قنوت سے فارغ ہولیں تو کیسا ہے؟ اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اگر نماز پڑھی جائے تو مکروہ ہو گی یا نہیں؟ اور کن امور میں شافعی مقتدی کی رعایت حنفی امام کیلئے جائز ہے، شافعی مقتدی کی رعایت سے حنفی امام سلام سے پہلے سجدہ سہو کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: دُرِ مختار میں ہے کہ "امام کو رعایت دوسرے مذہب والے مقتدیوں کی مثلاً شافعی المذہب مقتدیوں کی مستحب ہے لیکن بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو۔ اور شامی نے فرمایا کہ مکروہِ تنزیہی بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی اگر اپنے مذہب کے مکروہِ تنزیہی کا ارتکاب لازم آتا ہو تو رعایت مقتدیانِ شافعی المذہب کی نہ کرے۔ پس بناءً علیہ امام حنفی نمازِ فجر میں رکوع سے اٹھ کر قومہ میں برعایتِ مقتدی شافعی اس قدر توقف نہ کرے کہ وہ دعائے قنوت پڑھ لیوے کہ یہ توقف مکروہ ہے۔

اور شامی میں اس کی مثال دی ہے کہ رکوع کے بعد زیادہ ٹھہرے کو چھوڑنا واجب ہے (یعنی کم ٹھہرنا چاہیئے) اس توقف میں ترکِ واجب ہو گا جو کہ مکروہِ تحریمی ہے۔ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی۔ اسی طرح

قبلِ سلام سجدہ سہو کرنا حنفی کو برعایت مقتدی نہ چاہیئے کہ یہ بھی مکروہ تنزیہی ہے جیساکہ شامی ص۵۹۵ ج ۱ پر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۴۰ ج۴ بحوالہ ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی ندب مراعات الخلاف ج۱ ص۱۳۶)

امام کا قنوتِ نازلہ پڑھنا

حنفیوں کے نزدیک بوقتِ نزولِ حادثہ صرف صبح کی نماز میں رکوع کے بعد دوسری رکعت میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔ اور باقی نمازوں میں جائز نہیں۔ اور بلا نزولِ حادثہ کے کسی نماز میں کسی وقت جائز نہیں۔

ہاتھ لٹکائے رہے کیونکہ اس موقع پر ہاتھ کا باندھنا نہیں آیا ہے۔ اور اٹھانا بھی حنفیہ کے قواعد سے چسپاں نہیں ہے۔ اس لئے احوط اور بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ چھوڑے رکھیں اور مقتدی آہستہ آمین کہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۸۹ ج۴ و ص۱۹۲ ج۴ بحوالہ ردالمحتار باب الوتر والنوافل ص۶۲۸ ج۱)

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم و تشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہو رہے ہوں، اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوتِ نازلہ، رکوع کے بعد دوسری رکعت میں، کبھی کبھی پڑھ لے تو گنجائش ہے استحباب بھی ثابت ہوتا ہے، مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہو سکتا ہے یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کر لیا جائے۔ ایسے ہی اگر کوئی تنہا رات میں نوافل میں پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات یعنی وقفوں پر آمین کہتے رہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص۱۳۸ بحوالہ شامی ج۱ ص۴۵۱)

دعائے قنوتِ نازلہ

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْنَا عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَکَ۔ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۹۶)

امام کا سُترہ مقتدیوں کیلئے کافی ہے

سُترہ اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی آڑ کرنے کے لئے اپنے سامنے لگائے یا کھڑا کرے، خواہ وہ لکڑی ہو یا دیوار وغیرہ ہو۔ اور اس سُترہ کھڑا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سجدہ کی جگہ ممیز ہو جائے اور جس شخص کو نمازی کے آگے سے گزرنا ہو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر گنہگار نہ ہو۔

سُترہ کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں نماز کھلی اور بے آڑ جگہ پر پڑھی جائے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنی ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

سُترہ کی لمبائی ایک ہاتھ سے کم نہ ہونی چاہیئے اور اس کی موٹائی کم سے کم

ایک انگلی کے برابر ہونی چاہیئے۔ اور باجماعت کی صورت میں امام کا سُترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ یعنی اگر امام کے آگے سُترہ ہے تو مقتدیوں کے سامنے سے گزرنے میں کچھ گناہ نہیں، خواہ اُن کے آگے کوئی آڑ ہو یا نہ ہو لیکن سُترہ کے ورے سے گزرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر جماعت میں شریک ہونے کے لیے کوئی آنے والا پہلی صف میں خالی جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ دوسری صف کے آگے سے گزر کر پہلی صف میں خالی جگہ پہنچ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

اس صورت میں قصور دوسری صف والوں کا مانا جائے گا کہ انھوں نے آگے بڑھ کر پہلی صف میں خالی جگہ کو پُر کیوں نہیں کیا۔

(مظاہرِ حق جدید ج ۱ ص ۶۴۵)

ایک طرف سلام پھیرنے پر سامنے سے گزر جانا

سوال: زید نے نماز کا ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ بکر آگے سے نکل گیا، تو بکر گنہگار ہو گا یا نہیں؟ ایک عالمِ دین کہتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے۔ لہٰذا بکر گنہگار ہو گا۔ تو کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

جواب: اس صورت میں بکر گنہگار نہیں ہو گا۔ کیونکہ نماز پہلے سلام سے ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ لفظ السّلام یعنی علیکم کہنے سے بھی پہلے ہی نماز پوری ہو جاتی ہے، دونوں سلام واجب ہیں مگر سلامِ ثانی خارجِ صلوٰۃ میں واجب ہے اس لیے اگر کوئی پہلا سلام کہنے کے بعد اور علیکم کہنے سے قبل اقتدا کرے تو صحیح نہیں۔

(احسن الفتاوی ج ۱ ص ۴۳۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۴۳۶)

کتنے فاصلہ سے گزرنا چاہیے

سوال: نمازی کے آگے سے تین صف چھوڑ کر یا چار صف چھوڑ کر نکلنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اتنی چھوٹی مسجد یا کمرہ یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کا کُل رقبہ چالیس۴۰ ہاتھ (۳۶ء۸ مربع میٹر) سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے گزرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ قریب سے گزرے یا دور سے، بہرحال گناہ ہے، البتہ اگر کھلی فضا میں یا ۳۶ء۸ مربع میٹر یا اس سے بڑی مسجد یا کمرہ میں یا بڑے صحن میں نماز پڑھ رہا ہے تو سجدہ کی جگہ پر نظر جمانے سے آگے جہاں تک طبعًا نظر پہنچتی ہو وہاں تک گزرنا جائز نہیں۔ اس سے ہٹ کر گزرنا جائز ہے۔

بندہ نے اس کا اندازہ لگایا تو سجدہ کی جگہ سے ایک صف کے قریب ہوا، لہٰذا نمازی کے موضعِ قیام (کھڑے ہونے کی جگہ) سے دو صف کی مقدار (تقریباً آٹھ فٹ (۲،۴۴ میٹر) چھوڑ کر گزرنا جائز ہے۔

مگر عام عباراتِ فقہاء کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ چالیس۴۰ مربع ہاتھ (نوے مربع فٹ یا ۳۶ء۸ مربع میٹر) مراد ہے۔

(احسن الفتاوی، ج ۳ ص ۴۱۴ بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۵۹۳)

بڑی مسجد یا بڑا مکان یا میدان ہو تو اتنے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے تو گزرنے والا اسے نظر نہ آئے۔

(کفایت المفتی ج ۳ ص ۴۴۴)

پس اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھتا ہو تو اندر کے درجہ میں آگے کو گزر سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱/۴ بحوالہ ردالمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ص ۵۹۳/۱)

سُترہ کی مختلف صورتیں

سوال: اگر نمازی اپنے سامنے دستی بیگ یا کوئی کپڑا وغیرہ رکھ لے تو اس کے سامنے سے گزر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سُترہ کم از کم ایک ہاتھ اونچا ہونا چاہیے اس سے کم اونچائی کے سترہ میں اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ بقدرِ ذراع (ایک ہاتھ) سُترہ میسر نہ ہو تو اس سے کم بھی کافی ہے۔ اور ضرورت کے وقت سُترہ کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً:

۱۔ کوئی ایسی چیز جو ایک ذراع سے کم بلند ہو،

۲۔ چھڑی وغیرہ لٹا لینا، اگر کھڑی نہ ہو سکے،

۳۔ سامنے خط کھینچ لینا،

چھڑی اور خط طولاً یعنی قبلہ رُخ ہونا زیادہ بہتر ہے، اگرچہ عرضاً بھی جائز ہے۔

۴۔ جانماز یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھنا۔

۵۔ اگر دو آدمی گزرنا چاہیں تو ایک نمازی کے سامنے اس کی طرف پُشت کر کے کھڑا ہو جائے دوسرا گزر جائے، پھر وہ اسی طرح نمازی کے سامنے ہو جائے اور پہلا گزر جائے۔

۶۔ ایک صحیح قول یہ بھی ہے کہ چالیس ہاتھ (۶۰ مربع فٹ یا ۲۵ء۶۰ مربع میٹر) یا اس سے بڑی مسجد اور صحراء میں سجدہ کی جگہ سے ہٹ کر گزر جانا بغیر سُترہ کے جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج۳ ص۴۱۱ بحوالہ رد المحتار ج۱ ص۵۹۳)

سوتے شخص کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنا

سوال: کوئی شخص سورہا ہو، اس کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا بغیر سُترہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ویسے ہی لیٹا ہو یا نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں صورتوں میں جائز ہے، بشرطیکہ لیٹنے والے کا رُخ نمازی کی طرف نہ ہو، بلکہ چت یا قبلہ رُخ لیٹا ہو۔ البتہ اگر لیٹنے والے پر کوئی کپڑا پڑا ہو تو بہرصورت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۴۳۵ ج۳)

بارش کی وجہ سے نماز توڑنا

سوال: مسجد کے صحن میں نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ بارش زور سے شروع ہوگئی تو کیا نماز توڑ کر اندر مسجد میں ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بارش کی وجہ سے نماز توڑنا جائز نہیں، البتہ بارش سے کسی کو مرض کا خطرہ ہو یا بھیگنے سے ۳½ ماشہ (۳۰۴ء۳ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر مالی نقصان ہو رہا ہو تو ایسا شخص نماز توڑ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۴۳۸ ج۳)

امام صاحب کا اندھیرے میں نماز پڑھانا

سوال: فرض نماز کے وقت امام صاحب روشنی بجھا کر نمازِ باجماعت ادا کرتے ہیں بلکہ تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اندھیرے میں نماز ادا فرمائی ہے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب: یہ مسئلہ شرعی نہیں ہے۔ بتی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنے کی

کوئی تاکید نہیں۔ بوقتِ ضرورت، بقدرِ ضرورت روشنی کرنا اور اس میں نماز پڑھنا بلاکراہت درست اور ثابت ہے۔ بلاضرورت اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا اسراف میں داخل اور ممنوع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲/۴)

نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا

فقہاء کی اصطلاح میں استخلاف یہ ہے کہ امام یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص کسی نیک آدمی کو امام کا نائب بنا دے، تاکہ امام کے بجائے وہ آدمی نماز کی تکمیل کرے۔ یہ صورت کسی سبب کے پیش آنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی امام جماعت کے ساتھ ایک یا دو رکعتیں یا اس سے کم زیادہ پڑھے، پھر نماز کے دوران کوئی ایسا امر پیش آئے۔ جو مقتدیوں کے ساتھ نماز کو پورا کرنے سے مانع ہو۔ جیسے کوئی ناگہانی مرض یا حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہو جائے۔ یا ایسا ہی کوئی اور امرِ مانعِ نماز پیش آجائے تو ایسی صورت میں یہ روا ہے کہ امام اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے یا موجودہ اشخاص میں سے کسی کو امام کے طور پر آگے کر دے، تاکہ وہ باقی ماندہ نماز مقتدیوں کے ساتھ پوری کرے۔

اگر امام ایسا نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے کسی کا انتخاب کر کے اُس امام کا قائم مقام بنالیں۔ لیکن اس عمل کے لیے نہ تو بولنا چاہیئے نہ قبلہ کی جانب سے رُخ پھیرنا چاہیے۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ آخر ایسا کرنے (امام بنانے) کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آسان طریقہ معلوم نہیں ہے کہ ایسی کوئی رُکاوٹ پیش آئے، جو امام کو نماز کے جاری رکھنے میں مانع ہو تو وہ اس نماز کو توڑ دے اور کسی نیک آدمی کو امام بنا کر جماعت سے نماز ادا کرلی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں نماز ایک نہایت قابلِ احترام

عمل ہے۔ لہٰذا جب کوئی انسان نماز میں مشغول ہو گیا اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کے حضور مصروفِ دعا ہوا تو اُسے چاہیے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو ایسے موقف کی پاسداری کرے، چنانچہ اس دوران کوئی عمل بھول جائے تو لازم ہوتا ہے کہ اُسے پورا کرے۔ اور سجدۂ سہو سے اس کی تلافی کرے۔ اسی طرح اگر کوئی بات پیش آئے جو نماز یا جماعت کو باطل کر دے تو وہ نماز سے ہٹ کر کسی اور کو پورا کرنے کے لیے اپنا نائب بنا دے۔

ان تمام امور سے غرض یہ ہے کہ ایک بار شروع ہو جائے تو اُسے پورے طور پر ادا کیا جائے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کی نگاہ میں اس کا پورا کرنا ضروری ہے جس سے کسی حال میں غفلت نہ کرنی چاہیے۔ (کتاب الفقہ ص ۱۱، ۱۲، ج ۱)

خلیفہ بنانے کے اسباب

خلیفہ بنانے کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں امامِ اعظم فرماتے ہیں کہ خلیفہ بنانے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ امام کو بے اختیاری کی حالت میں کوئی حادثہ لاحق ہو جائے مثلاً نماز کے دوران ہوا (ریح) خارج ہو جائے یا کہیں خون یا اور کوئی نجاست جو انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہے، بہہ نکلے (تو امام خلیفہ بنا سکتا ہے) لیکن اگر نجاست لگ جائے جو نماز جاری رکھنے سے مانع ہو، یا یہ کہ امام کا ستر کھل جائے یا ایسی ہی کوئی بات پیش آجائے تو ان حالات میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ مقتدیوں کی بھی نماز جاتی رہے گی۔

اس صورت میں کسی کو نائب بنانا صحیح نہ ہو گا، اسی طرح اگر امام قہقہہ مار کر ہنس دے یا جنون یا بے ہوشی وغیرہ کی حالت طاری ہو جائے، جس کی تفصیل خلیفہ بنانے کے شرائط میں آئے گی، تب بھی وہ کسی کو خلیفہ نہیں بنا سکتا۔

کسی کو خلیفہ بنانا اس وقت جائز ہے جب امام بمقدارِ فرضِ قرأت کرنے سے عاجز ہو

نیز اگر امام کو خود کسی مضرت کا یا مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیش آجائے تو اُسے جائز نہیں ہے کہ کسی کو خلیفہ بنائے بلکہ چاہیے کہ وہ نماز کو توڑ دے اور مقتدی جس طرح بھی بن پڑے وہ نماز از سرِ نو پڑھیں۔ (کتاب الفقہ ص۱۲/۱)

نماز میں خلیفہ بنانے کے مسائل

حنفیہ کے نزدیک (امام کا) کسی کو اپنا خلیفہ بنا دینا افضل ہے۔ اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ (نائب) نہ بنایا اور نہ مقتدیوں نے بنایا۔ اور نہ مقتدیوں میں سے کوئی خود ہی بغیر خلیفہ بنائے آگے کھڑا ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ پس اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہیے، اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہوگا۔ اس مسئلہ میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا اور مقتدیوں نے کسی اور کو اپنا امام بنالیا تو امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔

اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص خلیفہ بنائے بغیر خود ہی آگے آگیا اور پوری نماز پڑھا دی تو نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن اگر امام یا مقتدیوں میں سے کسی نے خلیفہ نہ بنایا اور کوئی خود ہی بغیر خلیفہ بنائے آگے آگیا مگر لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھ لی تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ ص۱۲/۱)

امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے

سوال: اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: استخلاف (خلیفہ بنانے) کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:۔

۱۔ خلیفہ متعین ہو جانے کے بعد بقیہ شرائط صرف امام کے لیے ہیں۔ خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز کے لیے نہیں۔ اگر اس کے بعد امام نے کوئی فعل منافی کیا تو خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۲۔ اگر چالیس ہاتھ (۶۰ مربع فٹ = ۲۵۶۰ مربع میٹر) سے چھوٹی مسجد یا اس سے چھوٹے صحن میں جماعت ہو تو امام کے اس سے باہر نکلنے سے پہلے خلیفہ متعین ہو، اور اگر کھلی فضا یا مذکورہ رقبہ کے برابر یا اس سے بڑے کمرے یا بڑے صحن میں ہو تو جہتِ قبلہ میں سُترہ سے اور سُترہ نہ ہو تو موضعِ سجود سے تجاوز کرنے سے قبل اور بقیہ تین اطراف میں صفوف سے تجاوز کرنے سے قبل خلیفہ متعین ہو جائے۔

۳۔ خلیفہ میں امامت کی صلاحیت ہو یعنی عورت یا نابالغ نہ ہو۔

خلیفہ کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کو امام ہی متعین کرے، بلکہ مقتدیوں نے کسی کو آگے کر دیا یا کوئی شخص از خود خلیفہ بن گیا تو بھی جائز ہے۔

بہتر یہ ہے کہ امام خود خلیفہ بنائے، مسبوق بھی خلیفہ بن سکتا ہے۔ اگر خلیفہ کو بقیہ رکعات کا علم نہ ہو تو امام انگلیوں کے اشارہ سے بتا دے، قرأت باقی ہو تو منھ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے، سورۂ فاتحہ باقی ہو تو جہاں چھوڑی اس سے آگے ایک دو کلمات بلند آواز سے پڑھ دے، رکوع کے لیے گھٹنوں پر، سجود کے لیے پیشانی پر، سجدۂ تلاوت کے لیے پیشانی اور زبان پر، سجدۂ سہو کے لیے سینہ پر ہاتھ رکھ کر خلیفہ کو سمجھائے۔ پھر وضو سے فراغت تک اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو خلیفہ کی اقتداء کرے، ورنہ تنہا نماز پوری کرے۔

اقتداء کرنے کی صورت میں چھوٹے ہوئے ارکان پہلے ادا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو۔

اگر پانی مسجد کے اندر ہی ہے تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں، امام وضو کر کے واپس اپنے مقام پر آ کر امامت کرے، اس وقت تک مقتدی انتظار کریں مگر اس

صورت میں بھی خلیفہ بنانا جائز ہے۔

اگر امام خلیفہ کے ایک رُکن ادا کرنے سے قبل وضو کرکے آگیا تو خلیفہ پیچھے ہٹ جائے اور اصل امام ہی امامت کرے، بشرطیکہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو۔ اگر پانی مسجد سے باہر ہو تو افضل یہ ہے کہ کسی کو خلیفہ بنا کر خود از سرِ نو نماز پڑھے۔ البتہ اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہے۔ (احسنُ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۱)

خلیفہ بنانے کے شرائط اور اسکا طریقہ

پہلی شرط یہ ہے کہ امام جس مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو، اپنا خلیفہ بنانے سے پہلے وہاں سے باہر نہ جائے۔ اگر امام باہر چلا گیا تو خلیفہ بنانا نہ امام کے لیے درست ہوگا اور نہ لوگوں کے لیے، کیوں کہ اس کے مسجد سے نکلتے ہی سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جس کو خلیفہ بنایا جائے وہ امامت کا اہل ہو۔ لہٰذا اگر کسی اَن پڑھ یا نابالغ کو خلیفہ بنایا گیا تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

خلیفہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کر جُھکے جُھکے پیچھے ہٹ جائے۔ ایسا ظاہر ہو کہ اس کی نکسیر اپنے آپ پھوٹ گئی ہے۔ یہ عمل اگرچہ خلافِ واقعہ ہو لیکن اس کی مصلحت ظاہر ہے کہ اس طرح نماز کا نظم اور اس کے عمومی آداب ملحوظ رہیں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ موجودہ نماز کو جاری رکھنے کی شرطیں پوری ہوں۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو نماز باطل ہو جائے گی، اور اس کے لیے خلیفہ بنانا بھی درست نہ ہوگا۔ وہ شرطیں گیارہ ہیں:

نمبر۱ اول یہ کہ وہ حدث بے اختیاری کا ہو۔ نمبر۲ دوسرے یہ کہ وہ حدث امام کے بدن سے ہی تعلق رکھتا ہو، اگر باہر سے نجاست لگ گئی جو مانعِ نماز ہو تو اس نماز کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ نمبر۳ تیسرے یہ کہ وہ حدث غسل واجب کرنے والا نہ ہو مثلاً کسی شہوت انگیز

خیال سے انزال کا ہونا۔ ۴ چوتھے یہ کہ وہ حدث انوکھا نہ ہو مثلاً قہقہہ مار کر ہنسنا یا بے ہوشی یا جنون کا طاری ہونا ۔ ۵ پانچویں یہ کہ حدث کے بعد امام نے کوئی رُکن ادا نہ کیا ہو یا چلا نہ ہو۔ ۶ چھٹے منافیِ نماز کوئی حرکت قصداً حدث کے بعد نہ کی ہو مثلاً بے اختیاری میں جو حدث ہوگیا اس کے بعد قصداً کلام کرنے لگا۔ ۷ ساتویں یہ کہ غیر ضروری عمل نہ کیا ہو مثلاً یہ کہ پانی کے قریب ہوتے ہوئے پانی کے لیے دور جگہ چلا جائے۔ ۸ آٹھویں یہ کہ بغیر کسی مجبوری یا ہجوم وغیرہ کے اتنی تاخیر خلیفہ بنانے میں کردے کہ اتنی دیر میں کوئی رُکنِ نماز ادا کیا جا سکے۔ ۹ نویں یہ کہ نماز پڑھتے میں انکشاف نہ ہوا ہو کہ وہ نماز سے پہلے حدث کی حالت میں تھا۔ ۱۰ دسویں یہ کہ امام صاحبِ ترتیب ہو اور اُسے فوت شدہ نماز یاد نہ آگئی ہو۔ ۱۱ گیارہویں، باقی ماندہ نماز اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ادا نہ کی جائے۔

لہٰذا اگر امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہوا اور وضو کرنے چلا گیا تو وضو کے بعد واپس آکر امام کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن تنہا نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وضو کے بعد خواہ اُسی جگہ آکر نماز پوری کرے یا کسی اور جگہ پر۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۱۹)

شرائطِ صحتِ بنا

سوال: اگر نمازِ مغرب یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو [illegible] رکعتیں یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو، اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ دوبارہ وضو کرنے گیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا یا دو رکعتیں، یا ایک رکعت جو رہ گئی تھی فقط وہ پڑھے گا؟ کن صورتوں میں بنا جائز ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب: جوازِ بنا کے لیے تیرہ ۱۳ شرائط ہیں:

۱ حدث میں یا اس کے سبب میں کسی انسان کا کوئی دخل نہ ہو۔ اگر عمداً وضو

توڑا یا کسی نے زخم کر کے خون نکال دیا، تو بنا نہیں کر سکتا، اس لیے کہ پہلی صورت میں نفسِ حدث اور دوسری میں سببِ حدث یعنی زخم انسان کی طرف سے ہے، کھانسنے سے خروجِ ریح بنا سے مانع ہے، اور چھینکنے سے خروجِ ریح کا مانع ہونا مختلف فیہ ہے۔

۲۔ حدث نمازی کے بدن سے ہو، اگر خارج سے کوئی نجاست اس پر گر گئی ہو تو بنا درست نہیں۔

۳۔ حدث موجبِ غسل نہ ہو۔ اگر نماز میں نیند آگئی اور احتلام ہو گیا تو بنا صحیح نہیں۔

۴۔ حدث نادر الوجود نہ ہو مثلاً قہقہہ یا بے ہوشی۔

۵۔ حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کرنا، اگر سجدہ کی حالت میں حدث ہوا یعنی وضو ٹوٹا اور سجدہ پورا کرنے کی نیت سے سر اٹھایا، یا وضو کے لیے جاتے ہوئے قراءت میں مشغول رہا تو بنا نہیں کر سکتا۔

۶۔ چلنے کی حالت میں کوئی رکن ادا نہ کرنا، مثلاً وضو کے بعد لوٹتے ہوئے قراءت کرنا، ہاں آتے جاتے تسبیح پڑھنا منع نہیں۔

۷۔ نماز کے منافی کوئی کام نہ کرنا، مثلاً قدرتی حدث کے بعد عمداً حدث یا کلام وغیرہ یا کنویں سے پانی کھینچنا۔

۸۔ بے ضرورت کام نہ کرنا مثلاً وضو کے لیے قریب جگہ چھوڑ کر دو صف سے زیادہ دور جانا، ہاں قریب مقام پر ازدحام و ہجوم کے باعث یا بھولے سے دور جانے میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔ بلا ضرورت تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے بقدر، میں تاخیر نہ کرنا، کے نکسیر پھوٹ جانے یا کسی عضو سے خون بند نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مضر نہیں، وضو کی سنتیں بھی ادا کرے، اگر وضو کے صرف چار فرائض پر اکتفا کیا تو بنا جائز نہیں

۱۰۔ حدثِ سابق کا ظاہر نہ ہونا، مثلاً موزہ پر مسح کی مدت ختم ہونا، متیمم کا پانی

دیکھنا، خروجِ وقتِ مستحاضہ۔

۱۱ صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد نہ آنا، البتہ اگر یاد آنے پر قضا نہ پڑھی بلکہ وقتی کی بنا کرلی، پھر مزید چار یعنی کل چھ فرض نمازیں اس کے ذمّہ قضا ہوگئیں، تو بنا والی نماز صحیح ہوجائے گی۔

۱۲ اگر مقتدی کو حدث ہو یا امام کو ہو اور اس نے کوئی خلیفہ بنا دیا ہو، اور وضو سے فراغت تک جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور مقامِ وضو ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے اقتدار صحیح نہ ہو، تو یہ شرط ہے کہ یہ امام یا مقتدی ایسی جگہ پر آکر بنا کرے جہاں سے اقتدار صحیح ہو۔ اگر مقامِ وضو پر اقتدار کرسکتا ہو، یا وضو سے قبل جماعت ختم ہوچکی ہو، یا منفرد کو حدث ہوا ہو تو ان تین صورتوں میں اختیار ہے کہ مقامِ وضو ہی میں بنا کرے یا سابق مقام پر لوٹ کر آئے، مقامِ وضو ہی میں بنا را افضل ہے۔

۱۳۔ امام کو حدث ہوا تو اس کا ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی منافیٔ نماز ہے، جس کا بیان ۷ میں گذر چکا، مگر بوجہِ خفا اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ درحقیقت شرائط بارہ ہی ہیں۔

شرائطِ مذکورہ کے ساتھ بنا اگرچہ جائز ہے مگر از سرِ نو پڑھنا افضل ہے۔ البتہ اگر وقت تنگ ہو تو بنا افضل ہے بلکہ زیادہ تنگ ہو تو واجب ہے۔ استیناف کے لیے ضروری ہے کہ پہلی نماز کو سلام پھیر کر یا کسی فعلِ منافی سے ختم کرے پھر نئی نماز شروع کرے، بغیر سلام یا فعلِ منافی، استیناف صحیح نہیں۔

(احسن الفتاوی ۳۵۴ ج ۳)

امام کو اگر خلیفہ بنانا دشوار ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: فقہ کی کتابوں میں امام بنانا جائز لکھا ہے مگر چونکہ یہ مسئلہ بہت کم پیش آتا ہے، لوگ اس سے اس لئے ناواقف ہیں اور امام کو خلیفہ بنانا دشوار ہوتا ہے

ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے ؟

جواب: فقہ کی کتابوں میں حدث لاحق ہونے کی صورت میں خلیفہ بنانے کو جائز لکھا ہے ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ استیناف افضل ہے۔

پس جب اس قسم کا حال ہے جو کہ آپنے لکھا ہے تو ایسی حالت میں استیناف ہی کرنا مناسب ہے تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔ پس پہلے نماز کو قطع کر دے اور کوئی عمل منافیِ نماز کرے اور پھر وضو کرنے کے بعد از سرِ نو شروع کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۱۳۳ بحوالہ ردالمحتار ص $\frac{562}{1}$)

امام کا بحالتِ سجدہ وضو ٹوٹ جانا

سوال: اگر سجدہ کی حالت میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ جائے تو خلیفہ کس طرح مصلے پر آئے ؟

جواب: اس صورت میں خلیفہ مصلے پر آکر اسی سجدہ سے شروع کرے اور امام جس کو حدث سجدہ میں ہوا ہے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لے تاکہ خلیفہ سمجھ جائے کہ امام کو سجدہ میں حدث ہوا ہے۔ اس سجدہ کو پھر کرنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص $\frac{134}{3}$ بحوالہ ردالمحتار ص $\frac{562}{1}$ باب الاستخلاف)

سورت پڑھتے ہوئے وضو ٹوٹ جانے کا حکم

سوال: امام کوئی سورت پڑھ رہا تھا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب جو مقتدی اس کا خلیفہ بنا ہے، اس کو وہ سورت یاد نہیں جو امام پڑھ رہا تھا تو اب وہ کیا کرے ؟

جواب: وہ کوئی اور سورت پڑھ کر رکوع کر دے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ

اسی صورت کو پڑھے بلکہ اگر وہ امام واجب قرارت کے بقدر پڑھ چکا ہے تو یہ خلیفہ اس کی جگہ جا کر فوراً رکوع میں جا سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۳۰۳ ج۳ بحوالہ البحر الرائق ص۳۹۱ ج۱)

مسبوق خلیفہ نماز کیسے پوری کرے

سوال: امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے، مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا۔ جب وہ وضو کر کے آیا تو امام ایک رکعت پڑھ چکا، جب وہ آدمی آ کر شامل ہو گیا تو امام صاحب کا وضو ٹوٹ گیا وہ اسی آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر وضو کرنے چلا گیا۔ اگر خلیفہ مقتدیوں کی نماز پوری کرے تو اپنی تین رکعت ہوتی ہیں اور اگر اپنی پوری کرے تو مقتدیوں کی پانچ رکعت ہوتی ہیں۔ کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جس مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے گیا اور اس کی ایک رکعت فوت ہو گئی تو وہ لاحق ہے، اس کو یہ حکم ہے کہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو۔ پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز امام کے برابر ہو گی۔ اور اگر اس نے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور امام کے ساتھ شریک ہو گیا اور پھر امام کا وضو ٹوٹ گیا، امام نے اس لاحق کو امام بنا دیا تو اس کو چاہیے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جائے تو یہ شخص کسی مدرک کو خلیفہ بنا دے جو اول سے امام کے ساتھ شریک ہوا تھا، وہ سلام پھیر دے گا۔ وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اٹھ کر پوری کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۳ ص۲۷۶ بحوالہ رد المحتار ص۵۵۸ ج۱)

مسبوق کی امامت کا حکم

سوال: مسبوق کی امامت درست ہے یا نہیں؟ مثلاً زید نماز پڑھ رہا تھا، بکر دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، جب زید نماز سے فارغ ہوا تو بکر باقی رکعت نماز کی پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ خالد آ کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، خالد کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہے۔ وہ بحالتِ انفرادی امام کے فارغ ہونے کے بعد امام نہیں ہو سکتا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۲۷۶ بحوالہ ردالمختار ص ۵۵۸/۱)

عملِ کثیر و قلیل کی تعریف

سوال: عملِ کثیر جو مفسدِ صلوٰۃ (نماز فاسد کرنے والا) ہے اس کی کیا تعریف ہے؟ اگر مثال سے واضح فرمائیں تو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

جواب: عملِ کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں۔

(۱) ایسا عمل کہ اس کے فاعل (کرنے والے) دور سے دیکھ کر ظنِ غالب ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، جس عمل سے نماز میں نہ ہونے کا ظن غالب نہ ہو بلکہ شبہ ہو وہ قلیل ہے۔

(۲) جو کام عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو جیسے کمر بند باندھنا اور عمامہ باندھنا وہ کثیر ہے، خواہ وہ ایک ہی ہاتھ سے کرے اور جو عمل عادۃً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ دونوں ہاتھوں سے بھی کرے تو وہ قلیل ہے، جیسے ازار بند کھولنا، اور ٹوپی سر سے اتارنا۔

۳۔ تین حرکاتِ متوالیہ ہوں یعنی اُن کے درمیان بقدرِ رُکن وقفہ نہ ہو تو عملِ کثیر ہے ورنہ قلیل۔

۴۔ ایسا عمل کثیر ہے جو فاعل کو ایسا مقصود ہو کہ اس کو عادۃً مستقل مجلس میں کرتا ہو، جیسے نماز کی حالت میں بچہ نے عورت کا دودھ پی لیا۔

۵۔ نمازی کی رائے پر موقوف ہے وہ جس عمل کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے پہلے تین اقوال زیادہ مشہور ہیں۔ اور درحقیقت تینوں کا حاصل ایک ہی ہے اس لیے کہ دوسرے اور تیسرے قول میں مذکور عمل کے فاعل کو دیکھنے سے غیر نماز میں ہونے کا ظنِ غالب ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض عبارات میں ثَلَاثُ حَرَکَاتٍ مُتَوَالِیَۃٍ کے بجائے ثَلَاثُ حَرَکَاتٍ فِیْ رُکْنٍ ہے، اور اس میں رکن سے، مقدارِ رکن مراد ہے، یعنی جتنے وقت میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہا جا سکے، ظاہر ہے کہ اتنے وقت تین حرکتیں واقع ہوں تو وہ پے در پے ہی کہلائیں گی۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک رکن کے ساتھ پے درپے ہونے کی بھی شرط ہے، پس کسی طویل رکن میں، تین حرکتوں کے اس طرح پیش آنے سے کہ ان کے درمیان بقدرِ رکن وقفہ ہو، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ پہلے قول کے مطابق جو درحقیقت سب سے زیادہ صحیح اور اصل کی حیثیت رکھتا ہے، تین پے درپے حرکتوں سے نماز فاسد ہو جائے گی، اسلئے کہ تین حرکتیں اگر پے در پے نہ ہوں تو ان کے دیکھنے والے کو اس کے بارے میں یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ نماز کی حالت میں نہیں ہے، خواہ وہ تینوں حرکتیں ایک ہی رکن میں ہوں، خاص کر جب کہ رکن طویل ہو اور حرکتوں کے درمیان وقفہ بھی زیادہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۹)

سجدہ میں دونوں پاؤں اُٹھ جانے کا حکم

سوال: نماز میں سجدہ کی حالت میں اگر دونوں پاؤں زمین سے اُٹھ جائیں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر نماز فاسد ہونے کا حکم ہے تو کس بنا پر؟

جواب: دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی جز ایک تسبیح پڑھنے کے برابر زمین پر رکھنا واجب ہے اور ایک قول کے مطابق فرض ہے۔ تیسرا قول سنت کا بھی ہے، پہلا قول راجح ہے، پس اگر پورے سجدہ میں ایک تسبیح پڑھنے کے بقدر دونوں پاؤں میں سے کسی کا کوئی جز زمین پر رکھ لیا تو واجب ادا ہو جائے گا۔

اگر اتنی مقدار بھی نہیں رکھا تو واجب کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

احسن الفتاوی ج ۳ ص ۳۹۵

نماز میں ستر کھل جانے کا حکم

سوال: ایسی صدری پہن کر نماز ہوگی یا نہیں جس سے کہ رکوع و سجود میں جاتے وقت ناف سے نیچے کا حصہ کھل جائے جس کو ڈھکنا فرض ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ ستر کی کتنی مقدار کھل جائے تو نماز نہیں ہوگی؟

جواب: اگر اس صدری (شرٹ وغیرہ) میں ستر کھلنے کا علم ہونے کے باوجود نماز پڑھی، یا غفلت کی وجہ سے ستر کا اہتمام نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی، خواہ بہت تھوڑی مقدار میں اور تھوڑی سی دیر ہی کے لیے ستر کھلا ہو۔ اور اگر غیر اختیاری طور پر ستر کھل گیا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک چوتھائی عضو کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ اس سے کم مقدار رہا یا وقت اس سے کم ہو تو نماز ہو جائے گی، جو عضو کھلا ہو اس کا چوتھائی حصہ معتبر ہے اور ایک عضو متعدد جگہ سے کھلا ہو اور سب کا مجموعہ چوتھائی کے بقدر

ہوگیا تو مفسد ہوگا، اور اگر متعدّد اعضاء کھُل جائیں تو سب کا مجموعہ ان میں سے چھوٹے عضو کے چوتھائی کے برابر ہونا مفسد ہے۔

ناف کی محاذات سے لے کر پیڑو تک چاروں طرف ایک ہی عضو شمار ہوتا ہے۔ پیڑو کی ابتدار ناف سے نیچے مدوّر خط سے ہوتی ہے۔

نماز میں ٹخنے ڈھانکنا کیسا ہے

سوال: نماز میں اگر ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو نماز میں کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: مرد کے لیے نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں ٹخنے ڈھانکنا ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث میں اس پر جہنم کی وعید آئی ہے۔ نماز کے اندر گناہ کا ارتکاب اور بھی زیادہ بُرا ہے۔ نماز میں ٹخنے ڈھانکنے سے اگرچہ نماز ہوجائے گی، مگر متکبّرین کا شعار ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ آپ ﷺ نے ٹخنے ڈھانکنے، ڈاڑھی کٹانے اور گانے بجانے کو ان بد اعمالیوں کی فہرست میں شمار فرمایا جن کی وجہ سے قومِ لوط پر عذاب آیا ہے۔

(احسن الفتاوی ج۳ صفحہ ۴۰۴ بحوالہ طحطاوی علی المراقی ص۱۸۹)

امام کا سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا

سوال: رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا سُنّت ہے یا مستحب؟

جواب: اُٹھتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے۔ سجدہ کی طرف جانے کی حالت میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا ثابت نہیں، عدمِ ثبوت کے علاوہ اس میں دو قباحتیں

ہیں۔ ۱؎ عوام اس کو مسنون یا مستحب سمجھنے لگے ہیں۔

۲؎ قومہ سے سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ گھٹنے زمین پر ٹکنے سے قبل کمر اور سینہ نہ جھکے۔ اس وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی عادت کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ گھٹنے زمین پر لگنے سے قبل ہی اوپر کا دھڑ جھک جاتا ہے۔ لہٰذا یہ عادت ترکِ سنت کا باعث ہونے کی وجہ سے قابلِ احتراز ہے (احسن الفتاوی ج۳ ص۵)

سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے۔ اسی طرح دونوں ہاتھ ایک ساتھ رکھے اور اٹھتے وقت بھی برعکس ایسا ہی کرے۔

البتہ اگر عذر کی وجہ سے گھٹنے پہلے رکھنا مشکل ہو، تو اس صورت میں دایاں ہاتھ پہلے رکھے، پھر دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھے۔

(احسن الفتاوی ص ۳/۳۲ بحوالہ رد المحتار ص ۴/۶۵)

امام کا سجدہ سے اٹھ کر کُرتا درست کرنا

سوال: ایک امام صاحب جب بھی سجدہ میں سے اُٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو ایک ہاتھ سے اور کبھی دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب کُرتا پکڑ کر درست کرتے ہیں، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب: کُرتا درست کرنے کی ضرورت عموماً دو وجہ سے پیش آتی ہے۔ ایک یہ کہ کُرتا کمر بند کے اوپر اٹک جاتا ہے جو بعض مقتدیوں کے ذہن کو بٹانے والا اور خشوع میں مخل ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگوں کے سرین (کولھے) کے اندر کُرتا اٹک جاتا ہے۔ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے کُرتے کو کھینچ کر درست کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے، دوسرا ہاتھ استعمال

کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا ضرورت ایک ہاتھ کا بھی استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
(احسن الفتاوی ص ۴۳۷/۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۹۹/۱)

نماز میں چادر کندھے سے گر جانیکا حکم

کندھے پر ڈال لینا چاہیے۔ کپڑے کا لٹکنا نماز میں تشویش کا باعث ہے، اور تشویش کو دور کرنے کے لیے ایک یا دو بار ہلانا جائز ہے نیز نماز میں کپڑا لٹکے رہنے کی ممانعت ہے، اور یہ عمل مکروہ ہے سدل میں داخل ہونے کیوجہ سے مکروہ ہے۔
(احسنُ الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۶)

نماز میں تہبند درست کرنا

سوال: نماز میں تہ بند کھُل جانے کا اندیشہ ہو تو کیا اس کو دونوں ہاتھوں سے باندھ سکتے ہیں؟ یا تہ بند کو کَس سکتے ہیں؟

جواب: پہلے ایک ہاتھ سے ایک جانب کَس لیں، پھر تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک توقف کرنے کے بعد دوسری جانب دوسرے ہاتھ سے دُرست کرلیں۔ (احسنُ الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۷)

سجدہ میں جاتے وقت کپڑا سمیٹنا

سوال: بعض لوگ نماز میں جاتے وقت (عادۃً) سجدہ میں جاتے وقت پاجامہ یا تہ بند کو اٹھا لیتے ہیں کیا یہ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

جواب: مکروہِ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۳۸/۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۹۸/۱)

قیام میں دونوں قدم کے درمیان فاصلہ کی مقدار

فقہاء نے لکھا ہے کہ چار انگشت کا فاصلہ پیروں میں قیام کی حالت میں رکھنا چاہیے اگر کچھ کم و بیش ہو گیا تو نماز صحیح ہے، کچھ کراہت نہیں۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۳/۲ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ بحث القیام ص ۴۱۴/۱)

رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیے

سوال: بعض ائمہ رکوع کر کے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے، سجدہ میں چلے جاتے ہیں، نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے نہ ہوں تو اس میں ترکِ واجب ہوتا ہے۔ وہ نماز قابلِ اعادہ ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ج ۱۵۵/۲ بحوالہ رد المحتار باب واجبات الصلوٰۃ ص ۴۳۲/۱)

سجدہ سے چار انگل اُٹھ کر دوسرا سجدہ کرنا

بقول بعض محققین اس میں ترکِ واجب ہے اور ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۵/۲ بحوالہ رد المحتار باب واجبات الصلوٰۃ ص ۴۳۲/۱ ج)

سجدہ میں ران اور پنڈلی کا فاصلہ

سوال: سجدہ میں ران اور پنڈلی کو کتنا کشادہ کیا جائے۔ کیا زاویہ قائمہ بنانا

چاہیے؟

جواب: دُرِّ مختار میں ہے کہ اپنے بازو کو بلا تکلف ظاہر کرے اور ران کو پیٹ سے دور رکھے۔

پس معلوم ہوا کہ سجدہ میں سنت اسی قدر ہے اور زاویہ قائمہ بنانا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی جب ہے کہ جماعت میں نہ ہو تنہا ہو یا امام ہو ورنہ ایسا فعل نہ کرے جس سے دوسرے مقتدیوں کو تکلیف وایذار ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۶۴/۲ بحوالہ ردالمحتار ص۲۷/۱)

سجدہ سے اُٹھتے ہوئے بلا عُذر زمین کا سہارا لینا

سوال: دوسری رکعت میں قعدہ کے بعد جب کھڑا ہو تو ہاتھ بدستور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہو یا زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہو؟

جواب: ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہونا بہتر ہے اور اگر بضرورت زمین پر رکھ کر کھڑا ہو تو یہ بھی درست ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ص۱۹۰/۲ بحوالہ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۷۶/۱

فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ ص۳۶۲ پر اس طرح ہے:

امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ (بحوالہ طحطاوی ص۱۵۴)

تشہد میں انگشت سے اشارہ کرنا سُنّت ہے

سوال: سرحد کے علماء تشہد میں انگشت اٹھانے کو منع کرتے ہیں کہ یہ فعل نماز میں نہ کیا جائے، صحیح کیا ہے؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ شہادت کی انگلی سے سُنّت ہے، ——— دُرِّ مختار میں متعدد

کتُب کے حوالہ سے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کو صحیح بتایا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۱۹۴/۲ بحوالہ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۷۴)

دائیں ہاتھ کی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو تو کیا کرے؟

اگر داہنے ہاتھ میں عذر ہے اور انگلی نہیں اٹھا سکتا تو وہ انگشت نہ اُٹھائے بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانے کا حکم نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۱۹۲/۲ بحوالہ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص۴۷۴/۱)

اشارہ کے وقت انگلیوں کے حلقہ کا حکم

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی یہ صورت ہے کہ ابہام اور وسطیٰ کا حلقہ کرکے بنصر اور خنصر کو بند کرے، کتُبِ فقہ حنفیہ میں اس کو لکھا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۱۹۱/۲ بحوالہ ردالمحتار ص۴۷۵/۱)

تشہد میں انگلی اٹھا کر کس لفظ پر گرائے

شرح منیہ میں امام حلوائی سے نقل کیا ہے کہ لا الٰہ پر انگلی کو اٹھائے اور الا اللہ پر رکھدے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۱۸۹/۲ بحوالہ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطلب فی عقد الاصابع ص۴۷۵/۱)

انگلیوں کا حلقہ تشہد میں کبتک باقی رکھے

لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت جب انگلیوں کو بند یا ان کا حلقہ کرلیا ہے تو پھر اس

کو فارغ ہونے تک ویسا ہی رکھنا چاہیے۔
شامی جلد اوّل میں متعدد عبارتیں ہیں جن میں عقدِ اصابع کا اشارہ کے بعد کھولنے کا ذکر نہیں ہے جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حلقہ بنا کر انگلیوں کا کھولنا مناسب نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۲۰۲/۲ بحوالہ ردالمحتار ص۴۷۵)

نمازوں میں رسول اللہ کی قرأت

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا"

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ قٓ اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھا کرتے تھے اور بعد میں آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی۔ صحیح مسلم شریف

تشریح: شارحین نے آخری خط کشیدہ فقرے کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ فجر کے بعد کی آپ کی نمازیں یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء یہ سب بہ نسبت فجر کے ہلکی ہوتی تھیں اور ان میں بہ نسبت فجر کے آپ قراءت کم فرماتے تھے۔ دوسرا مطلب اس فقرے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابتدائی دور میں جب صحابۂ کرام کی تعداد کم تھی اور آپ کے پیچھے جماعت میں سابقینِ اولین ہی سب ہوتے تھے، آپ کی نمازیں عموماً طویل ہوتی تھیں۔ اور بعد کے دور میں جب ساتھ میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اور ان میں دوم سوم درجہ والے اہلِ ایمان بھی ہوتے تھے تو آپ نماز میں نسبتاً ہلکی پڑھنے لگے، کیونکہ جماعت میں نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں اس کا امکان زیادہ ہوتا تھا کہ کچھ لوگ مریض یا کمزور یا کم ہمت یا زیادہ بوڑھے ہوں جن کے لیے طویل نماز

باعثِ زحمت ہو جائے۔ (معارف الحدیث ص۲۴۵)

"فجر کی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے متعلق جو حدیثیں درج کی گئیں اور کتبِ حدیث میں ان کے علاوہ جو روایات اس سلسلہ میں ملتی ہیں ان سب کو پیشِ نظر رکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت فجر کی نماز میں بہ نسبت دوسری نمازوں کے اکثر و بیشتر کسی قدر طویل ہوتی تھیں، لیکن کبھی کبھی (غالباً کسی خاص داعیہ سے) آپ فجر نماز بھی قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قل هُوَ اللهُ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ بِرَبِّ الناس جیسی چھوٹی سورتوں سے پڑھا دیتے تھے۔

اسی طرح ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ کا عام معمول نماز کی رکعتوں میں مستقل سورتیں پڑھنے کا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی سورت میں سے کچھ آیات پڑھ دیتے تھے۔ اِسی طرح کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپؐ نے دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی قرأت فرمائی ہے۔

جمعہ کی فجر میں سورۃ "الٓمٓ تنزیل السجدہ" اور سورۃ الدھر پڑھنے کی حکمت حضرت شاہ ولی اللہ رحہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت اور جزا سزا کا بیان بہت موثر انداز میں کیا گیا ہے۔ اور قیامت جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں بتایا گیا ہے جمعہ ہی کے دن قائم ہونے والی ہے۔ اس لیے غالباً آپ اس کی تذکیر اور یاددہانی کے لیے جمعہ کی فجر میں یہ دونوں سورتیں پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ واللہ اعلم"۔ معارفِ الحدیث ص۲۴۹

قراءتِ فجر کی مقدار

سوال: امام صاحب سورہ ملک، سورہ یٰسین حفظ ہونے کے باوجود فجر کی نماز میں والضحیٰ واللیل (۲) اَلَمْ نشرح (۳) والتین اور (۴) سورہ جمعہ کا آخری

رکوع پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: صبح کی نماز میں امام کو اتنی مختصر قراءت کی عادت بنا لینا خلافِ سُنّت اور مکروہ ہے. کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرِد (تنہا پڑھنے والا) صبح کی نماز میں طوالِ مفصّل یعنی سورہ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے. یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھے یہ کم سے کم ہے. اور متوسط درجہ یہ ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ ۱۰۰ آیتوں تک پڑھے.

اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہیے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قراءت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے، جائز ہے.

(فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۱۵۵ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۵۰۴ و کبیری ص ۳۰۳)

جمعہ کے دن فجر میں سورۂ سجدہ پڑھنا

سوال: زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ دھر پڑھنا مستحب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: فجر کی نماز میں جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورہ دَھر پڑھنا فی نفسہٖ مستحب ہے. لیکن اس پر مداومت (پابندی) مکروہ ہے، تاکہ عوام اس کو واجب نہ سمجھنے لگیں.

آج کل ائمۂ مساجد نے اس مستحب امر کو بالکل ہی ترک کر رکھا ہے. یہ غفلت ہے، اور اس کی اصلاح لازم ہے. (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۸۱)

احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن حنفیہ اس کو بعض اوقات پر محمول کرتے ہیں اور اس کی مستقل طور پر پابندی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تعیین سورۃ کو کسی بھی نماز کے لیے منع کرتے ہیں۔ لہذا کبھی کبھی ایسا کرلے تو حرج نہیں۔ دوام اس پر نہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۲)

سورتوں کی تعیین کرنا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر و بیشتر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سورۂ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور عیدین کی نماز میں بھی یا تو یہی دونوں آخری سورتیں سورۂ اعلیٰ و غاشیہ پڑھا کرتے تھے یا سورۂ قٓ والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ۔

نمازِ پنجگانہ اور جمعہ و عیدین کی نمازوں میں قرأت سے متعلق جو حدیثیں لکھی گئی ہیں اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ آپؐ کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قرأت طویل فرماتے تھے اور زیادہ تر طوالِ مفصل پڑھتے تھے۔ ظہر میں بھی کسی قدر طویل قرأت فرماتے تھے، عصر مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح مغرب بھی، عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے، لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

۲۔ کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپؐ نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا، ہاں بعض نمازوں میں اکثر و بیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپؐ سے ثابت ہے۔

معارف الحدیث ص ۲۶۱/۳

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے بعض نمازوں میں کچھ مصالح اور فوائد کے پیشِ نظر بعض خاص سورتیں پڑھنی پسند فرمائیں۔ لیکن قطعی طور پر نہ ان کی تعیین کی نہ دوسروں کو تاکید کی کہ وہ ایسا ہی کریں۔ پس اس بارے میں اگر کوئی آپؐ کا اتباع کرے (اور ان نمازوں میں وہی سورتیں اکثر و بیشتر پڑھے) تو اچھا ہے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لیے بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔" (معارف الحدیث ج ص ۲۶۱)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ و عیدین کے علاوہ دوسری تمام نمازوں میں سورتیں معین کر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ فرض نمازوں میں چھوٹی بڑی سورتوں میں سے کوئی ایسی سورت نہیں ہے جو آپؐ نے نہ پڑھی ہو۔

اور نوافل میں ایک رکعت میں دو سورتیں بھی آپؐ پڑھتے تھے لیکن فرض نمازوں میں نہیں، معمولاً آپؐ کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے بڑی ہوا کرتی تھی۔

نماز میں "سلام علیکم" کہنے کا حکم

سوال: اگر امام السلام علیکم کہنے کے بجائے صرف سلام علیکم بغیر الف لام کے کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ خلافِ سنّت ہے اس سے نماز میں کراہت آئے گی۔ یہ اُس وقت

ہے جب کہ امام تلفظ ہی میں سلام علیکم کہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ الف لوگوں کے سُننے میں نہیں آتا امام تو السّلام علیکم کہتا ہے، لوگ سلام علیکم سُنتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ صـ ۴۳۹)

(بغیر الف لام کے) سلام علیکم خلافِ سُنّت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے امام کو سمجھایا جائے کہ تصحیح کرلے۔ (احسن الفتاوی ج ۳ صـ ۴۴۵ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ صـ ۴۹۱)

سلام میں صرف منہ پھیرنے کا حکم

سوال: نماز سے خروج کے لیے سلام پھیرتے وقت قبلہ سے فقط مُنہ ہی پھیرے یا سینہ بھی؟

جواب: صرف منہ پھیرنا دونوں طرف سلام کے ساتھ کافی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ صـ ۲۰۷ بحوالہ ردالمحتار باب آداب الصلوٰۃ ج ۱ صـ ۴۴۶)

سلام میں چہرہ کتنا گھمایا جائے؟

عن سَعْدِ ابنِ اَبِیْ وَقَّاص قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ۔ (رواہ مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خود دیکھا تھا کہ آپؐ سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب رُخ فرماتے تھے اور چہرۂ مبارک، داہنی جانب اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ ہم رخسارِ مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔
(معارف الحدیث ج ۳ صـ ۳۰۹)

امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال: ایک مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیر لیا تو کیا مقتدیِ مذکور کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز ہوگئی۔ مگر ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کسی سخت مجبوری سے سلام پھیرا جو نماز میں باعثِ تشویش بن رہی ہو تو نماز کا لوٹانا واجب نہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

امام کی متابعت جان بوجھ کر چھوڑنے کی وجہ سے یہ نماز لوٹانی پڑے گی یا نہیں؟ اس سے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملا۔ البتہ مقتدی کے سہواً واجب کے چھوٹنے پر سجدہ سہو کے عدمِ وجوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بصورتِ عمد نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

دوسرا جواب: اتباعِ امام واجب ہے۔ اس لیے امام سے بلا عذر، جان بوجھ کر پہل کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ ریح نکلنے کے خوف وغیرہ کی بنا پر پہل کرنے میں کراہت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۳ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۴۹۳)

سلام میں امام سے پہلے سانس ٹوٹ جانے کا حکم

سوال: مقتدی کا سانس، سلام پھیرتے وقت "السلام علیکم" کہنے میں امام سے پہلے ٹوٹ جائے تو مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: مقتدی کی نماز میں، اس صورت میں کچھ خلل نہیں آیا۔

فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۱۶۳ بحوالہ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۴۹۳

ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

سلام میں لفظ اللہ کو کھینچنے کا حکم

سوال: کیا مقتدی امام کے لفظ السّلام کہنے کے ساتھ ہی فوراً سلام پھیر دے یا کچھ دیر کے بعد؟ اکثر ائمۂ مساجد، سلام میں لفظ "اللہ" کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں، کیا مقتدی بھی اس طرح کرے؟ یا وہ دونوں طرف امام سے پہلے سلام کے کلمات ختم کر سکتا ہے؟

جواب: سلامِ اوّل میں لفظ السّلام کہنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے اس لیے اوّل میم، امام سے پہلے کہنا مکروہ ہے۔ اس کے بعد کوئی وجہِ کراہت معلوم نہیں ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۱۲ ج ۳)

نمازِ فجر و عصر کے بعد امام کا رُخ بدلنا

سوال: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام دائیں جانب مُڑ کر بیٹھے یا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ دائیں جانب رُخ کر کے بیٹھنا مستحب ہے، اور مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھنا) خلافِ استحباب ہے صحیح کیا ہے؟

خلاصۂ جواب: حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرائض سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اسی ہیئت پر قائم رہنا بدعت ہے۔ اس لیے امام اپنی ہیئت تبدیل کر لے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ یعنی یا تو مصلّے سے اٹھ کر چلا جائے، یا دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف مُڑ کر بیٹھے۔

اگر نماز کے بعد سنتیں ہوں تو ان کو ادا کرنے کے لیے مصلّے سے آگے پیچھے یا دائیں یا بائیں — طرف ہٹ کر پڑھے۔ امام کے

اسی ہیئت پر قبلہ کی طرف رہنے میں آنے والوں کو جماعت باقی رہنے کا اشتباہ ہو سکتا ہے. خطرہ ہے کہ کوئی اقتدار کرلے، اور اس کی نماز صحیح نہ ہو. اس لیے امام کا ہیئت نہ بدلنا مکروہ ہے.

امام کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہیے البتہ اگر امام کے سامنے پہلی صف میں کوئی مسبوق ہو تو اس کے سامنے بیٹھنا مکروہ ہے. لہٰذا اس صورت میں دائیں بائیں ہو کر بیٹھے) اگر پہلی صف کے پیچھے والی کسی صف میں مسبوق ہو تو اس کا سامنا کرنے کے جواز میں اختلاف ہے. علامہ شامی نے جواز کو ترجیح دی ہے.

(احسن الفتاوی ج ۳ ص ۳۶۹ بحوالہ رد المحتار ص ۳۳۲ ج ۱)

نماز کے بعد امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے

سوال: جن نمازوں کے بعد سُنّتِ مؤکدہ نہیں ہیں ان نمازوں کے بعد امام کس طرف متوجہ ہو، داہنی جانب یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف، کونسا قول صحیح ہے؟

جواب: تینوں طرح درست ہے، کسی ایک کا التزام درست نہیں، داہنی جانب متوجہ ہونا کہ قبلہ بائیں جانب ہو اولیٰ (اور) ہے.

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۴ ج ۲ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۱۷۲ مصری)

دعا کے وقت امام کا داہنی طرف اور بائیں طرف پھرنا دونوں کا ذکر حدیث میں آیا ہے اور دونوں باتوں کی شرعًا اجازت ہے. حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ کرے کہ یہ سمجھے کہ داہنی طرف ہی پھرنا ضروری ہے. میں نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ بائیں طرف کو پھرے.

لیکن یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ زیادہ تر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم داہنی طرف پھرتے تھے۔ مشکوٰۃ ص۸۷ باب الدعاء
پس معمول یہ رکھنا چاہیے کہ اکثر داہنی طرف کو پھرے اور کبھی کبھی بائیں طرف کو پھر جایا کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۲ ص۹۸ بحوالہ غنیۃ المستملی ج۱ ص۳۳)

دوسری نمازوں میں مقتدیوں کی طرف رُخ کرنا

سوال: ہمارے یہاں پر ظہر، مغرب، عشاء کے فرضوں کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے دعا کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟
جواب: خلافِ سُنّت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۱۵)

فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا حکم

سوال: امام کو فرض نماز کے بعد کتنی دیر تک آیۃ الکرسی پڑھتے رہنا چاہیے۔ امام صاحب اگر دیر تک بیٹھے پڑھتے رہیں تو کیا مقتدی کو اُن کی پیروی لازم ہے، یا دعا کر کے سنت میں مشغول ہو جائے؟
جواب: فرض کے بعد سنّت سے پہلے آیۃ الکرسی و تسبیحات وغیرہ اوراد مختصر طور پر پورا کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے، لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے۔ اور اگر زیادہ اوراد پڑھنے ہوں تو سنت کے بعد پورا کرلے۔ یہ بہتر ہے۔ اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً یا کچھ پڑھ کر سُنتیں پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص۱۶۶ بحوالہ رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ج۱ ص۴۹۳)

دعا اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل ناگوار نہ ہو۔ کفایت المفتی ج ۳ صـ ۲۸۶

بعد نمازِ پنجگانہ دعا

نمازِ پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنا سُنّتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حصنِ حصین میں

دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منھ پر ہاتھ پھیرنے کی مرفوع احادیث موجود ہیں، اُن کو دیکھ لیا جائے۔ نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے ترکِ دعا نماز کے بعد خلافِ سنت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم صـ ۱۹۹/۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات صـ ۱۹۵ وحصنِ حصین صـ ۳۰)

حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ فرض نماز پڑھے اور اس کے بعد دل سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ (معارف الحدیث ج ۵ صـ ۱۳۸)

نمازِ فجر و عصر میں طویل دعا

جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ جیسے فجر و عصر، ان میں دعا لمبی کرے۔ اور جن فرائض کے بعد سُنن ہیں ان کے بعد امام مقتدی مختصر دعا مانگ کر سُنتیں ادا کریں، خواہ فصل بالا ورادکر کے بعد میں سنتیں پڑھیں۔ اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے۔ پھر دوبارہ سُنتوں کے بعد مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرنا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم صـ ۱۹۷/۲ بحوالہ عالمگیری مصری صـ ۷۲/۱)

نوٹ: نفل اور سنّت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔ بعض جگہ کا یہ دستور غلط ہے کہ اکثر نمازی جمعہ کی سنتیں پڑھ کر ٹھہرے رہتے ہیں، امام سنتوں کے بعد دعا کراتا ہے۔ ردالمحتار باب الوتر والنوافل ج ۱ ص ۴۳۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کو سنت کے لیے رکنا اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہدِ نبوی میں نہیں تھا۔ اور نہ اب اس کا التزام درست ہے اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔

نماز کے بعد دعا۔ آہستہ مانگے یا زور سے

آہستہ دعا کرنا افضل ہے۔ نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے دعا کر لے تو جائز ہے۔ ہمیشہ زور سے دعا کرنے کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ روایات سے جہر (زور سے) دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۸۳

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے۔ اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز میں بھی مضائقہ نہیں۔ مگر اس بلند آواز سے جس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو۔ نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دعا نماز کا جُز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۷۲)

الفاظِ دُعا میں عدمِ تخصیص

امام دُعا کے الفاظ کو اپنے ساتھ مخصوص نہ کرے، اگر وہ دعا زور سے کر رہا ہے۔ جیسے کہ اے اللہ مجھ پر اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما، اور میرے ساتھیوں پر کسی پر رحم نہ کرنا۔

اس قسم کی دعا کرنا خیانت ہے، احادیث میں جو منفرداً الفاظ آئے ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ نماز میں جو امام سے فائدہ پہنچتا ہے اس میں مقتدیوں کو بھی حصہ ملتا ہے، امام مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے اور اگر آہستہ دعا کر رہے ہیں تو امام کو اجازت ہے کہ اپنے لیے خاص دعا کرے (اوروں کے لیے بددعا نہ کرے) کیونکہ مقتدی بھی اپنے لیے دعا کر رہے ہیں۔ اس طرح نفس دعا میں سب شریک ہو جائیں گے۔

معارف مدنیہ ج ۱ ص ۱۰۰

امام کی دعا پر آمین کہنا

سوال: نماز کے بعد جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں اس میں آمین کہنا چاہیے یا جو مرضی ہو دعا مانگے؟

جواب: جو دعا چاہے مانگے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۱/۲ بحوالہ ردالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۴۸۹/۱)

دعا میں مقتدی کی شرکت

سوال: مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتداء و شرکت ضروری ہے یا مستحب؟

جواب: مستحب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۰/۲ بحوالہ ردالمختار ص ۴۹۵/۱ و غنیۃ المستملی ص ۳۴۳)

اگر مقتدی کو کچھ ضرورت ہے اور کوئی ضروری کام ہے تو سلام کے بعد فوراً چلے جانے میں کچھ گناہ نہیں ہے اور اس پر کچھ طعن نہ کرنا چاہیے۔ اور اگر دعا کے ختم تک انتظار کرے اور امام صاحب کے ساتھ دعا میں شریک ہو تو یہ اچھا ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۳/۴)

دُعا کے وقت نگاہ کہاں رکھی جائے

دعا مانگنے کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانا اور تکنا، دعا کی وہ ناپسندیدہ صورت ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ یہ صورت اللہ کے ادب واحترام اور دعا مانگنے والے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت بے ادبی یا گستاخی بن کر دعا کو قبولیت سے محروم کر دے۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ حصن حصین ص۲۷

دعا میں جلد بازی سے احتراز

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ اور جان لو اور یاد رکھو اللہ اس کی دعا قبول نہ کرے گا جس کا دل دعا کے وقت اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو"

آپ نے فرمایا: ہماری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (اور جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ یہ کہنے لگے کر میں نے دعا کی تھی مگر قبول ہی نہیں ہوئی"۔ معارف الحدیث ۱۲۳ و ۱۲۵ / ۵

دعا کے ختم پر کلمہ پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں دستور ہے کہ دعا ختم کرنے کے بعد جب منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس وقت کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں، کیا شریعت میں اس کا ثبوت ہے؟

جواب: دعاء کے آخر میں درود شریف پڑھنا اور آمین کے سوا اور کچھ پڑھنا ثابت نہیں۔ لہٰذا منہ پر ہاتھ پھیرتے وقت کلمۂ طیبہ پڑھنے کا دستور بدعت ہے۔

جیسا کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یا تلاوت کے بعد کوئی شخص دُعائے ماثورہ کے بجائے اس کے بعد کلمۂ طیبہ پڑھے تو ہر شخص اسے دین میں زیادتی اور بدعت سمجھے گا۔ (احسن الفتاوی ص۳۶۶ ج۱)

نماز کے بعد امام سے مُصافحہ کرنا کیسا ہے

مصافحہ و معانقہ اپنے طریقہ پر مسنون ہے، سلام، مصافحہ، معانقہ داخلِ عبادات ہیں۔ عبادت کو صاحبِ شریعت کے حکم کے مطابق ادا کیا جائے تب ہی عبادت میں شمار ہوگی اور ثواب کے حق دار ہوں گے ورنہ یہ بدعت ہو جائے گی اور بجائے ثواب کے عذاب ہوگا۔ مجمع البحرین کے مصنف رحؒ نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفل پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضؓ نے اس کو منع کیا، اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا تا وقتیکہ رسول اللہ صؐ نے اس کو نہ کیا ہو یا اس کو کرنے کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز عبث ہے اور فعلِ عبث حرام ہے۔ پس اندیشہ ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو اس پر عذاب دے۔ اس لیے کہ تو نے اس کے پیغمبرؐ کے خلاف کیا۔ مجالس الابرار ص۱۲۹ م۸

دیکھیے! اذان عبادت ہے، دین کا شعار اور اسلامی علامت ہے

اور جمعہ کے لیے دو اذانیں اور اقامت پابندی کے ساتھ ہوتی ہے مگر عید کے لیے نہ اذان ہے نہ اقامت۔

اگر عید گاہ میں اذان یا تکبیر پڑھی جائے تو ہر شخص جانتا ہے وہ بدعت ہوگی۔ اسی طرح مصافحہ و معانقہ کا حکم ہے۔ عید وغیرہ نمازوں کے بعد اس کا التزام بدعت ہے۔

شامی میں منقول ہے، کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج مکروہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام رض نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے تھے، اور کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔

ابن حجر شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ پنجگانہ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں وہ بدعت مکروہ ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

- ابن الحاج رح مکیؒ کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں نے نماز فجر اور جمعہ اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، بلکہ بعض نے پانچوں نماز کے بعد بھی مصافحہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے، اُس سے منع کرے کہ یہ بدعت ہے۔ شریعت میں مصافحہ کسی مسلم سے ملاقات کے وقت ہے نہ کہ نمازوں کے بعد، لہٰذا شریعت نے جو عمل مقرر کیا ہے اسی جگہ اس کو بجا لائے اور سنّت کے خلاف کرنے والوں کو روکے۔

شارحِ مشکوٰۃ شریف فرماتے ہیں بے شک شرعی مصافحہ کا وقت شروعِ ملاقات کا وقت ہے۔ لوگ بلا مصافحہ ملتے ہیں، علمی باتیں کرتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں، اُس وقت مصافحہ کرتے ہیں، یہ کہاں کی سُنّت ہے؟ اسلئے بعض فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ یہ طریقہ مکروہ اور بدعتِ سیئہ ہے۔

(مرقات شرحِ مشکوٰۃ ص ۵۷۵ ج ۴)

ان مختصر تصریحات کی بنا پر ضروری ہے کہ مصافحہ سے اجتناب کرے، مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے لوگوں میں غصہ اور نفرت پھیلے۔ ایسے موقع پر

مُلّا علی قاری کی ہدایت کا خیال رکھے۔ فرماتے ہیں کہ "جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لیے ہاتھ دراز کرے تو ہاتھ کھینچ کر اُس کا دل نہ دُکھائے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے اور آہستگی سے سمجھائے اور مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ فتاوی رحیمیہ ص ۴۳/۳

یہ مسئلہ احسن الفتاوی کی ص ۳۵۵/۱ پر اس طرح ہے "شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول وقتِ ملاقات ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں، بلکہ یہ روافض کی ایجاد ہے اور بدعت ہے۔ اس لیے اس سے احتراز واجب ہے بلکہ بعض حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو بذریعہ زجر و توبیخ روکنے کی کوشش کی جائے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بشرطِ قدرت اسے سزا دی جائے، البتہ جہاں روکنے کی قدرت نہ ہو وہاں روکنا ضروری نہیں۔ بحوالہ ردالمحتار ص ۲۳۶/۱

دعائے مؤلّف

رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِيٓ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ وتقبّل منّي هذا العمل وجنّبني فيه عن الخطأ والنسيان واجعله ذريعة للفلاح والنجاح في الدنيا ووسيلة للنجاة في الآخرة۔

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء بروز جمعہ

مآخذ و مراجع کتاب

نام کتاب	مصنف و مؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیو بند
معارف الحدیث	مولانا منظور صاحب نعمانی	الفرقان بکڈپو ۱۳ نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دار العلوم مکمل و مدلل	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	مکتبہ دار العلوم دیو بند
فتاویٰ رحیمیہ	سید مفتی عبد الرحیم صاحب	مکتبہ منشی اسٹیٹ براندیر سورت
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ	کتب خانہ رحیمیہ دیو بند
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ عالمگیری	علامہ سید امیر احمد	مطبع نولکشور لکھنؤ
کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ	کتب خانہ اعزازیہ دیو بند
احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد لدھیانوی	سعید ایچ۔ ایم کمپنی ادب منزل چوک کراچی پاکستان
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمٰن	مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
مظاہر حق جدید	افادات علامہ نواب قطب الدین	ادارہ اسلامیات دیو بند
مسائل سجدۂ سہو	مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی	زمزم اکیڈمی دیو بند
معارفِ مدنیہ	افادات مولانا حسین احمد مدنی	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
ہدایہ	امام ابو الحسن رحمۃ اللہ برہان الدین	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
بدائع صنائع	علامہ علاء الدین ابی بکر	پاکستانی
صحاح ستہ		کتب خانہ رشیدیہ دہلی

نام کتاب	مصنف و مؤلف	مطبع
کبیری		فخر المطابع لکھنؤ
رد المحتار علی الدر المختار	علامہ ابن عابدین رح	سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل چوک کراچی پاکستان
طحطاوی علی مراقی الفلاح	سید احمد طحطاوی	پاکستانی
صغیری		مطبع محمدی لاہور
حصن حصین	باضافہ حواشی مولانا ادریس صاحب	نصیر بکڈپو بستی نظام الدین دہلی ۱۳
مسائل تراویح مکمل و مدلل	محمد رفعت قاسمی	مکتبہ رضی دیوبند
نور الایضاح		مکتبہ تھانوی دیوبند
امداد المفتیین	مفتی محمد شفیع رح	دار الاشاعت کراچی پاکستان
جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ	مجلس تحقیقات اسلامی حیدر آباد
فتاوی ہندیہ		نولکشور لکھنؤ
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی رح	مطبع لاہور پاکستان

مولف کی دوسری کتابیں

مسائلِ تراویح

• تراویح پڑھنے اور سننے سے متعلق شریعت کی بتائی ہوئی واضح اور تفصیلی ہدایات • تراویح سے متعلق ہر ہر پہلو کو سامنے رکھ کر کتبِ فقہ و فتاویٰ سے بے شمار جزئیات سلیقے کے ساتھ • ہر مسئلہ کا تشفی بخش جواب اور مستند حوالوں سے مزین • کتابت و طباعت اعلیٰ، فوٹو آفسیٹ

قیمت

مسائلِ اعتکاف

• اعتکاف کے ضروری مسائل کا مفصل بیان • اعتکاف کے بہت سے گوشوں کے بارے میں مستند کتبِ فقہ و فتاویٰ کی تصریحات • ہر مسئلہ کا تشفی بخش جواب اور حوالوں سے مزین • نہایت سہل اور عام فہم اندازِ بیان • دارالعلوم دیوبند کے مفتیانِ کرام کی تصدیق کردہ • عوام و خواص سبھی کیلئے مفید اور لائقِ استفادہ کتابت و طباعت اعلیٰ، فوٹو آفسیٹ قیمت

مسائلِ روزہ

"مسائلِ روزہ" میں کوشش کی گئی ہے کہ وہ تمام جزئیات جن سے واقفیت کے بغیر روزہ دار اس عبادت کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا اس کتاب میں معتبر کتبِ فقہ و فتاویٰ سے جمع کردی گئی ہیں۔ حضرات مفتیانِ کرام و علمائے دارالعلوم دیوبند نے پسند فرمائی ہے اور اسے مفید اور جامع ترین کتاب قرار دیا ہے، کتابت و طباعت اعلیٰ فوٹو آفسیٹ

قیمت

مسائل و آدابِ ملاقات

قرآن پاک کی آیت "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا" کو بنیاد بنا کر، اسلام کے وہ حکیمانہ اور مدبرانہ اصولِ ملاقات بیان کئے گئے ہیں جن سے واقفیت ہر مسلمان کیلئے ضروری اور ہر انسان کیلئے مفید ہے۔

کتابت و طباعت اعلیٰ۔ فوٹو آفسیٹ

قیمت